

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فصل اول

کاذب عیان نبوت اور سیدنا حضرت مسیح موعودؑ

آیت ولو تقول علينا بعض الاقاويل كافيصله كن معيا

ہے کوئی کاذب جہاں میں لاؤ لوگو کو کچھ کھنڈیر
 میرے جیسی جس کی تائیدیں ہوتی ہوں بار بار
 (حضرت مسیح موعودؑ)

ابتداء آفرینش سے خدا کے برگزیدہ نبی آسمانی پیغام لیکر آتے رہے وہ خدا کا نور اور
 اہل دنیا کے ہمدرد و خیر خواہ تھے۔ مگر تاریکی کے فرزندوں نے اس نور کا انکار کیا اور
 اس کے بھجانے کے درپے ہو گئے۔ آسمانی کتابیں اس بات پر متفق ہیں کہ خدا کے امتیاز
 وفادار اور سچے رسول زمین لوگوں کی زبان سے کاذب، فریبی اور دجال قرار دیے
 گئے۔ ان کو گالیاں دی گئیں۔ وہ ستائے گئے۔ وطنوں سے بے وطن کئے گئے۔ ان
 پر پتھر برسائے گئے۔ ان فرض نسل آدم کے ایک بڑے حقہ نے آدم کے بہترین
 فرزندوں یعنی انبیاء علیہم السلام کے ساتھ نہایت برا سلوک کیا۔ چونکہ خدا کے پیار سے
 اس کی خاطر مورد لعن و طعن بنائے گئے اسلئے خداوند ہمیشہ سے انکی سپرد اور انکے دشمنوں کے لئے
 صاعقہ بنا رہا۔ راستبازوں کے لئے اس کی غیرت بھڑکی اور اس نے ان میں اور ان
 کے غیروں میں نمایاں امتیاز قائم کر دیا۔ نشانات و معجزات کی بارشیں اعیانہ کے لئے
 قہری تجلیات اور انبیاء کے متبعین کے لئے فیوض و انوار کی کثرت ان کی صداقت پر

زبردست گواہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے صادقوں اور کاذبوں میں امتیازات قائم کر دیئے ہیں تا دُنیا گمراہی سے نجات پائے اور حق کی مخالفت سے تباہ نہ ہو جاوے۔ کیا یہ ممکن تھا کہ وہ غیور خدا جو انبیاء کے متبعین سے امتیازی سلوک کا وعدہ فرماتا ہے اور متعین کے لئے فرقان بنایا کرتا ہے۔ صادق اور کاذب نبیوں کو بلا امتیاز چھوڑ دیتا؟ ہرگز نہیں۔ خدا تعالیٰ نے فیصلہ فرمانے میں کوئی کوتاہی نہیں فرمائی۔ مگر افسوس کہ نادان ان قوانین الہیہ کو پس پشت ڈال کر اس کی کھلی کھلی تائیدات سے انحراف کر کے اور سچے نبی کے پاک چہرہ سے اس کے پاکیزہ افعال اور عمدہ تعلیمات سے انکار کر کے اس کی مخالفت پر کمر بستہ ہو جاتے ہیں اور اس پر ایمان لانے کی بجائے اعتراضات کا لامتناہی سلسلہ شروع کر دیتے ہیں لیکن صاحب بصیرت انسان کے لئے ان اعتراضات کے باوجود صداقت اپنی پوری شان سے ظاہر ہوتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ رسولوں کی ایک علامت یہ بھی ہوتی ہے کہ ان کے مخالف وہی اعتراض کرتے ہیں جو پہلے نبیوں کے مکذبین کرتے رہے اور اس طرح وہ اپنے مسلمات سے بھی انکار کر بیٹھے ہیں۔ قرآن مجید نے کیا ہی لطیف پیرایہ میں اس صداقت کا اظہار فرمایا ہے۔ قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِنَ الرُّسُلِ وَمَا آدْرِي مَا يَفْعَلُ بِي وَلَا يَكْفُرُ (احقاف ع) کہ تو ان لوگوں سے کہہ دے کہ میں کوئی نیا رسول نہیں ہوں۔ مجھ سے پہلے بھی انبیاء و رسل مبعوث ہو چکے ہیں۔ تم اسی منہاج پر مجھے پرکھ لو۔ دوسری آیت میں فرمایا۔ مَا يَقَالُ لَكَ إِلَّا مَا قَدْ قِيلَ لِلرُّسُلِ مِن قَبْلِكَ (آم السجدہ ع) کہ اے رسول! تجھ پر لوگ وہی اعتراض کرتے ہیں جو گزشتہ صدیق نبیوں پر کئے گئے۔ حالانکہ وہ اعتراضات قبل ازیں غلط قرار پا چکے ہیں۔ پس آج بھی ان کے اعتراضات باطل ہیں اور تو راستباز ہے۔

اس فرقانی معیار کے مطابق ہر وہ اعتراض جو مخالفین صداقت نے گزشتہ نبیوں پر کیا غلط اور ناقابل اتفات ہے۔ کس قدر حیرت اور تعجب کا مقام ہے کہ مسلمان نہ ام يجعل المتقين كالفجار (ص ع) نہ وان تتقوا الله يجعل لكم فرقانا (انفال ع) نہ ایک حدیث کے الفاظ "ان وجہہ لیس بوجہ کذاب" (ترمذی جلد ۲ ص ۲۸) کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی یہ منہ جھوٹے کا منہ نہیں ہو سکتا۔

کہلانے والے آیاتِ مذکورہ کی موجودگی میں بھی خدا تعالیٰ کے سچے رسول اور نبی برحق
حضرت میرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف انہی اعتراضات
کو دہرا رہے ہیں جو بارہا انبیاءِ صادقین پر کئے گئے اور غلط قرار پائے۔

مصنف کتاب "عشرہ کاملہ" نے پہلی فصل میں بزعم خود "دش کاذب مدعیانِ نبوت"
کا ذکر کیا ہے اور یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مشابہت (نوذباقہ)
اسی گروہ سے ہے۔ کیونکہ جن طرح حضرت مرزا صاحب کو بعد دعویٰ وحی و ابہام ایک لمبا
عرصہ (کم و بیش تیس برس) تک اشاعتِ دعویٰ کے لئے جہلت ملی ہے ویسے ہی
بعض کاذب مدعی بھی ایسے گزرے ہیں جو طویل عرصہ تک جھوٹے ابہامات کی اشاعت
کرتے رہے ہیں اور انہوں نے قبولیت حاصل کی ہے۔ گویا مصنف مذکور کی تمام
کوشش کفار کے قول اِنَّ هٰذَا اِلَّا اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلٰیْنَ کی صدا کے بازگشت
ہے۔ منشی محمد یعقوب صاحب کی اس جدوجہد کی علت غائی ان کے اپنے الفاظ میں یوں ہے۔

"مرزا صاحب آیت وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلٰی سِنَانٍ بَعْضُ الْاَقَاوِیْلِ سے یہ نتیجہ

نکالتے تھے کہ اگر میں جھوٹا ہوتا تو ۲۳ سال تک جہلت نہ پاسکتا جو زمانہ

نبوت حضرت ختمِ المرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر ہے۔ لیکن اس

آیت سے ان کا یہ استدلال باطل ہے کیونکہ کئی کاذب مدعیان کا زمانہ

۲۳ سال کی مدت سے زیادہ ہے۔ جیسے ابو منصور ۲۷ سال۔ محمد بن قمرت

۲۴ سال۔ حسن بن صباح ۳۵ سال۔ صالح بن طریف ۴۷ سال۔ اکبر بادشاہ

ہند ۲۸ سال وغیرہ۔ اور ایسے ہی کئی صادق نبیوں کا زمانہ نبوت ۲۳ سال سے

بہت کم ہے مثلاً حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیہ السلام۔ بفرص محال اگر

مرزا صاحب کا استدلال مان بھی لیا جاوے تو انہوں نے سنہ ۱۹ء سے

پہلے دعویٰ نبوت کو کفر قرار دیا ہوا تھا۔ سنہ مذکور میں دعویٰ کیا اور

سات برس بعد سنہ ۱۹۰۵ء میں مر گئے۔ ۲۳ سال نبی کہاں رہے۔ یہ آیت بھی

تھی ہے۔ جہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بعد دعویٰ نبوت ۱۳ سال

تشریف فرما رہے پھر ۲۳ سال مدت کی محبت کفارِ مکہ پر کس طرح پیش

ہوسکتی تھی؟ (حاشیہ صفحہ ۲۱-۲۰)

گویا آپ آیت وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا كَمَا لَمُنَّا کے معکم استدلال کو ان ہوائی باتوں سے غلط ثابت کرنا چاہتے ہیں اور اسی ایک مقصد کے لیے آپ نے رطب و یابس اور بے سرو پا باتیں لکھ دی ہیں۔ ہم تفصیلی طور پر جواب شروع کرنے سے پہلے منشی صاحب کا عقائد بھی ان کے اپنے الفاظ میں درج کر دیتے ہیں۔ لکھتے ہیں:-

”قرآن شریف میں کہیں ذکر نہیں کہ مفتری جلد ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ خط پرافتر کر میوالے بعض جلدی مارے گئے۔ بعض پہلے نہایت غریب تھے مگر افترا علی اللہ کرنے کے بعد بادشاہ بن گئے اور عرصہ تک بادشاہت کے ساتھ اپنے افترا کی بھی اشاعت کرتے رہے۔ پنا نچر عبد اللہ صاحب افریقہ۔ ابن تومرت۔ صالح بن طریف نے نبوت اور نزول وحی کے دعوے کیے اور تینوں بادشاہ ہوئے۔ اور عرصہ تک بادشاہت کرتے رہے۔ ان کی اولاد اور امت میں بھی عرصہ دراز تک حکومت و سلطنت رہی۔ یہی حال سچے نبیوں کا ہوا ہے کہ بعض کو دشمنوں نے جلد ہی شہید کر دیا۔ جیسے حضرت یحییٰ حضرت زکریا علیہما السلام۔ اور بعض زیادہ عرصہ تک ہدایت پھیلاتے رہے“ (ص ۱۷)

ان ہر دو بیانات کا ملخص یہ ہے کہ:-

(الف) آیت وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا سے ۲۳ سال والا معیار ثابت نہیں کیونکہ کئی کاذب مدعیان نبوت کا زمانہ ۲۳ سال سے زیادہ ہوا ہے۔ گویا آیت قرآنی کا یہ مفہوم تاریخی واقعات کے خلاف ہے۔

(ب) نیز کئی صادق نبیوں کا زمانہ ۲۳ سال سے بہت کم ہوا ہے۔ جیسے حضرت یحییٰ وغیرہ۔

(ج) ۲۳ سالہ معیار کو درست مان کر بھی حضرت مرزا صاحب کی صداقت ثابت نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ آپ کو صرف سات سال ہجرت ملی ہے اور پھر آیت بھی مکی ہے۔ جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ۲۳ سال نہیں رہے۔

قرآن مجید ایک محکم کتاب ہے۔ دنیا کا کوئی علم اس کے ایک شوشہ کو

آیت وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا اور معیار

باطل نہیں کر سکتا۔ ارشادِ خداوندی ہے لا یأتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تازیلاً من حکیم حمید (ختم السجدۃ ع) فلسفہ اپنے تمام اصولوں سمیت قرآنی حکمت کے بالمقابل بیچ محض ہے۔ تاریخ اپنی سب روایات کے ساتھ بیانات قرآنی کے سامنے لاتے ہے۔ پس آؤ کہ ہم تاریخی روایات پر نظر ڈالنے سے پہلے روایات والارض کے فرمان کا صحیح مفہوم معین کر لیں۔ اور وہ بھی اپنی رائے کے ماتحت نہیں کیونکہ من فسر القرآن برأیہ فقد کفر کی وعید موجود ہے۔ بلکہ القرآن یفسر بعضہ بعضاً کے ماتحت آیتِ فرقانی کو حل کریں۔ سب سے پہلے ہم کو اصولاً یہ دیکھنا چاہیے کہ آیت متنازع فیہا کا کیا منشاء ہے۔ اگر اس آیت سے ۲۳ سال والا معیار سچا ثابت ہو جائے تو معترض کا اعتراض اصحرت یا حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر نہ ہوگا بلکہ قرآن مجید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوگا۔ اور اگر یہ معیار ہی ثابت نہ ہو تو اعتراض بجا ہے۔ اللہ تعالیٰ سورۃ الحاکمہ رکوع ۲ میں فرماتا ہے :-

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ نَقَطْعَنَّاهُ اللَّهُ لَوَيْبٌ فَمَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزَاتٌ ۝

ترجمہ :- اگر یہ مدعی بعض باتیں جھوٹے طور پر ہماری طرف منسوب کرتا۔ تو ہم اس کو داہنے ہاتھ سے پکڑ لیتے اور اس کی شاہ رگ کاٹ دیتے۔ اور پھر تم میں سے کوئی اس کو بچا نہ سکتا۔

اس آیت میں کفار و منکرین کے سامنے ایک نہایت زبردست اور مسکت معیار پیش کیا گیا ہے۔ فرمایا کہ اگر یہ مدعی سچا نہ ہوتا بلکہ مفتری ہوتا جیسا کہ تمہارا دعویٰ ہے تو ہم اس کو پکڑ لیتے اور قتل کروا دیتے۔ یعنی یہ اتنی ہمت نہ پاسکتا۔ اس کا اتنی ہمت پانا اور قتل سے بچ رہنا اس بات کی زبردست دلیل ہے کہ یہ جھوٹا نہیں۔

مفسرین کے دس حوالے | اس آیت کی تفسیر میں علامہ فخر الدین رازی لکھتے ہیں :-

هَذَا ذِكْرٌ عَلَى سَبِيلِ التَّمثِيلِ بِمَا يَفْعَلُهُ الْمَلُوكُ بَعْدَ

۱۔ اس میں ان لوگوں کا بھی وعدہ ہوتا ہے جو کہا کرتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کو انگریزوں نے بچایا ہے اللہ فرماتا ہے غلط ہے۔ اگر یہ مفتری ہوتا تو انگریز تو کیا ساری دنیا مل کر بھی اس کو بچا نہ سکتی۔ مفہم

یتکذب علیہم فانہم لا یمہلونہ بل یضربون رقبتہ

فی الحال۔ (تفسیر کبیر جلد ۸ ص ۲۰۵ مطبع مینہ مصر)

ترجمہ: "اس آیت میں مفسر کی حالت تمثیلاً بیان کی ہے کہ اس سے وہی سلوک ہوگا جو بادشاہ ایسے شخص سے کرتے ہیں جو ان پر جھوٹ باندھتا ہے۔ وہ اس کو مہلت نہیں دیتے بلکہ فی الفور قتل کروا دیتے ہیں" (یہی حال مفسر کی علی اللہ کا ہوتا ہے)۔

پھر آپ اس عدم مہلت اور جلد قتل کے جانے پر عقلی و نقلی بحث کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:-

هذا هو الواجب في حكمة الله تعالى لئلا يشبهه الصادق

بالكاذب (جلد ۸ ص ۲۰۵) کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کے ماتحت ایسا ہونا ضروری

اور واجب ہے تاکہ صادق و کاذب کے حالات مشتبہ نہ ہو جائیں۔

گویا جس طرح آیت اس معیار کی مؤید ہے عقل بھی اسی کی تائید کرتی ہے۔

امام ابو جعفر طبری لکھتے ہیں:-

ولو تقول علينا خمدٌ بعض الاقاريل الباطلة وتكذب

علينا لاخذ نامنه باليمين يقول لاخذ نامنه بالقوة منا

والقدرة ثم لقطعنا منه فباط القلب وانما يعنى بذلك انه

كان يعاجله بالعقوبة ولا يؤخره بها۔

(تفسیر ابن جریر جلد ۲۹ ص ۲۲ مطبوعہ مصر)

ترجمہ: "اگر آنحضرت نے ہم پر افتراء باندھا ہوتا تو ہم اس سے سخت گرفت کرتے اور

پھر اس کی شہ رگ کاٹ دیتے۔ یعنی اللہ تعالیٰ آپ کو جلد سزا دیتا اور اتنی

مہلت نہ دیتا۔"

علامہ زرخشری فرماتے ہیں:-

"والمعنى ولو اذ غي علينا شيئاً لم نقله لقتلناه صبراً كما يفعل

الملوك بمن يتكذب عليهم معاجلة بالسخط والانتقام"

(تفسیر کشاف ص ۱۵۲ مطبوعہ مکتبہ)

ترجمہ: "اگر یہ مدعی ہم پر افتراء کرتا تو ہم اس سے جلد انتقام لیتے اور اس کو قتل

کر دیتے جیسا کہ بادشاہ ان کے ساتھ کرتے ہیں جو ان پر بھوٹ باندھتے ہیں۔
 علامہ شیخ احمد صاوی لکھتے ہیں :-

والمعنى لو كذب علينا لآ مئتنا فکان كمن قطع وتينه. (تفسیر
 صاوی علی الجلائین جلد ۴ ص ۲۳۵) اگر یہ ہم پر بھوٹ باندھتا تو ہم اس کو فوراً
 مروا دیتے۔

تفسیر ابن کثیر میں لکھا ہے :-

قال شيئاً من عنده فنسبه اليها وليس كذلك لعاجلنا ه
 بالعقوبة. کہ اگر یہ رسول اپنے پاس سے ایک بات بنا کر ہماری طرف
 منسوب کر دیتا تو ہم اس کو جلد سزا دیتے۔ (ابن کثیر جلد ۱ ص ۱۷۱) (فتح البیان)
 تفسیر روح البیان میں لکھا ہے :-

في الآية تنبيه على ان النبي عليه السلام لو قال من عند نفسي
 شيئاً او زاد او نقص حرفاً واحداً على ما اوحى اليه لعاقبه الله
 وهو اكرم الناس عليه فما ظنك بغيره (جلد ۲ ص ۱۷۱) کہ اس آیت
 (لو تقول علينا) میں بتایا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اگر کوئی بات
 اپنے پاس سے کہہ دیتے یا وحی میں کمی و بیشی کر دیتے تو اللہ تعالیٰ انکو سخت
 سزا دیتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باوجودیکہ اللہ کے ہاں سب سے اکریم ہیں جب
 آپ کا یہ حال ہے تو دوسرا مفسر کیوں کر بیچ سکتا ہے۔
 علامہ سیوطی رقمطراز ہیں :-

ثم لقطعنا منه الوتين نياط القلب وهو عرق متصل به اذا
 انقطع مات صاحبه (جلائین مطبعت مجتہدائی ص ۱۷۱) قطع الوتين سے مراد موت
 ہے کیونکہ الوتين دل کی رگ کا نام ہے جب وہ کٹ جاتی ہے تو انسان
 مر جاتا ہے۔

فتح البیان میں لکھا ہے :-

المعنى لقتلناه صبراً كما يفعل الملوك بمن يتكذب عليهم
 معاجلة بالسخط والانتقام (جلد ۱ ص ۱۷۱) یعنی اس آیت کے معنی یہ ہیں

کہ افتراء کی صورت میں ہم اس کو جلد ہلاک کر دیتے۔ جیسا کہ بادشاہ اُن لوگوں کے متعلق کرتے ہیں جو اُن پر افتراء باندھتے ہیں۔
شہاب لکھتے ہیں :-

هو تصور لا هلا كه با فظع ما يفعله الملوک بمن يغضبون
عليه و هو ان ياخذ القتال بيمينه ويكفحه بالسيف و
يضرب به جيده (شہاب علی البیضاوی جلد ۸ ص ۲۴۱) قطع اليمين وغيره میں
ہلاکتِ مفتری کا وہ بھیانک ترین نقشہ کھینچا گیا ہے جو شاہانِ وقت انکے لئے
اختیار کرتے ہیں جن پر وہ ناراض ہوتے ہیں اور وہ یوں کہ جلا داس شخص
یا مفتری کا دایاں ہاتھ پکڑ لے گا اور تلوار سامنے سے چلا کر گردن اڑا دیگا!
علامہ الخلیب الشربینی فرماتے ہیں :-

قال السدي ومقاتل رضي الله عنهما انتقمنا منه بالحق واليمين
على هذا بمعنى الحق (السراج المنير جلد ۴ ص ۳۶۳) امام سُدی اور مقاتل کا
قول ہے کہ اخذ نامنه باليمين سے یہی مراد ہے کہ ہم مفتری سے
یقیناً انتقام لیتے ہیں۔ ثلاث عشرة كاملة۔

تفاسیر کے ان حوالجات سے ظاہر ہے کہ مفسرین کے نزدیک اس آیت میں مفتری
کی سزا کا ذکر ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس کو اس قدر عرصہ کی مہلت نہیں دی جاسکتی۔
جتنا عرصہ کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دعویٰ کا اعلان فرماتے رہے۔ یعنی
۲۳ برس۔ بلکہ وہ جلد تباہ و برباد کر دیا جاتا ہے اور اس کا سلسلہ نیست و نابود ہو جاتا
ہے۔ مفسرین اس بیان میں متفق اللسان ہیں۔ اگر مجھے طوالت کا خوف نہ ہوتا تو جملہ
تفاسیر کے حوالجات نقل کر دیتا۔ بہر حال مفسرین کا اس بات پر اجماع ہے کہ اس
آیت میں مفتری کی جلد ہلاکت و بربادی کا معیار مذکور ہے۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ
کا ذب مدعی الہام کو تیس سال تک پہنچنے کا موقعہ نہیں دیتا۔

دس آیات قرآنیہ اور مفتری کی ہلاکت | ناظرین کرام! آیت دلوتقول
علینا کے مفہوم کی تائید اور
مکتبہ پبلیکس کے بیان "قرآن شریف میں کہیں ذکر نہیں کہ مفتری جلد ہلاک کر دیا جاتا

ہے "کی مزید تردید کے لئے ہم ذیل میں قرآن مجید کی دس آیات درج کرتے ہیں۔

(۱) قَالِ لَهُمْ مَوْسَىٰ وَيٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلٰٓى اَللّٰهِ كَذِبًا فَيَسْحٰتِكُمْ بَعْدَ اٰبِ وَقَدْ خَابَ مِنْ اَفْتَرٰى (ظلع) حضرت موسیٰ نے ان (جادوگروں) سے کہا تم خدا تعالیٰ پر افتراء نہ کرو ورنہ وہ تم کو عذاب سے ہلاک کر دیگا اور مفری یقیناً ناکام ہوتا ہے۔

(۲) اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلٰٓى اَللّٰهِ الْكٰذِبُ لَا يَفْلِحُوْنَ (انحل ع) جو لوگ اللہ تعالیٰ پر افتراء کرتے ہیں وہ کامیاب نہیں ہو سکتے۔

(۳) قُلْ اِنۡ اَفْتَرَيْتَۤ اٰتٰى فَعَلِيْۤ اَجْرًا مِّمَّا جَرَمْتُۤ اَمْ بَدِئْتُۤ اَبَدًا (ہود ع) لے رسول کہہ دے کہ اگر میں نے افتراء کیا ہے تو اس کا وبال مجھ پر پڑے گا یا میں تمہارے جرموں سے بیزار ہوں۔ (والاصل ان افتريتہ فعلی عقوبۃ افترائی۔ روح المعانی جلد ۳ ص ۵۳۳۔ یعنی سچ یہ ہے کہ اگر میں نے افتراء کیا ہے تو مجھے میرے افتراء کی سزا ملے گی۔)

(۴) اِنَّ الَّذِيْنَ اَتَّخَذُوْا الْعٰجِلَ سَيٰٓنَالَهُمْ غَضَبٌ مِّنۡ رَبِّهِمْ وَذٰلَٰتُ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمَفْتَرِيْنَ (اعراف ع) جن لوگوں نے بچھڑے کو معبود بنایا ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوگا اور ذلت پڑے گی اسی زندگی میں۔ ہم مفریوں کو ایسے ہی سزا دیتے ہیں۔

(۵) وَاِنَّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَذٰبًا فَعَلِيْہٖ كَذٰبًا (المومن ع) اگر یہ مدعی جھوٹا ہوگا تو اس کے جھوٹ کا وبال اس پر پڑے گا۔

(۶) قُلْ اِنۡ لِّىۤ اٰتٰىنِ يَجِيْرُنِيۤ مِنْ اَللّٰهِ اِحْدٰى وَاِنۡ اَحَدٌ مِّنۡ دُوْنِہٖ مَلٰٓئِكَةٌ (الجن ع) کہہ دے کہ (اگر میں افتراء سے کام لے رہا ہوں تو) مجھ کو اللہ کے مقابلہ پر کوئی پناہ نہیں دے سکتا اور نہ ہی اس کے سوا کوئی ٹھکانا ہے۔

(۷) امر یقولون شاعر فترت بھم ربیب المنون (الطور ع) کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہے ہم اس کی ہلاکت کے منتظر ہیں! گویا کافر جو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو مفری قرار دیتے تھے وہ بھی جانتے تھے کہ مفری ہونے کی وجہ سے یہ جلد ہلاک ہوگا۔ افسوس کہ آج مسلمان کہلا کر یہ لوگ مفری کی جلد ہلاکت سے منکر ہو رہے ہیں۔

(۸) فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ أُولَٰئِكَ يَنَالُهُم

نَصِيبُهُم مِّنَ الْكِتَابِ - الآية (الاعراف ۷) کون زیادہ ظالم ہے مفری سے یا کذب آیات اللہ سے۔ ایسے لوگوں کو ان کا مقرر حصہ (عذاب و سزا کا) فرود ملے گا۔ گویا مفری علی اللہ کے لئے بھی سزا مقرر ہے جیسا کہ دوسری آیات کے واضح ہے۔

(۹) قُلْ إِنْ افْتَرَيْتُمْ فَلَا تَمْلِكُونَ لِي مِنَ اللَّهِ شَيْئًا - الآية (احقاف ۷) لے

رسول کہہ رہے کہ اگر میں نے یہ افتراء کیا ہے تو تم اللہ کی سزا سے میرے لئے کسی چیز کے مالک نہیں ہو سکتے۔

(۱۰) قُلْ يَقَوْمِ اعْمَلُوا عَلٰی مَا كُنْتُمْ اَفْعَالًا فَمَن تَعْلَمُونَ مَن

يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيمٌ (زمر ۷) اے

نبی ان سے کہہ دے کہ میری قوم! تم اپنی جگہ عمل کرو میں اپنی جگہ عمل کرتا ہوں۔

عنقریب تم جان لو گے کہ کس پر ذلیل کن عذاب (دنیا میں) آتا ہے اور پھر عذاب

مقیم (آخرت میں) اترتا ہے۔ ثلاث عشرًا كاملة۔

یہ دس آیات اس باب میں قطعۃ الدلائل ہیں کہ مفری ہلاک کیا جاتا ہے اپنے

مقصد میں ناکام رہتا ہے، جلد تباہ کیا جاتا ہے اور مورد عذاب بنتا ہے۔ پس

آیت ولو تقول علینا کا مفہوم تفاسیر اور دیگر آیات کی روشنی میں وہی ہے جو

اوپر ذکر ہو چکا ہے۔

لکھا ہے :-

(۱) "خداوندوں کہتا ہے ان نبیوں کی

بابت جو میرا نام لیکے نبوت کرتے

ہیں جنہیں میں نے نہیں بھیجا اور جو کہتے

ہیں کہ تلوار اور کال اس سرزمین پر نہ ہوگا۔ یہ نبی تلوار اور کال سے ہلاک

کئے جائیں گے" (یرمیاہ ۱۲/۱۵)

(۲) "وہ نبی جو ایسی گستاخی کرے کہ کوئی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے

کام میں نے اسے محکم نہیں دیا۔ یا اور معبودوں کے نام سے کہے تو وہ نبی قتل

کیا جائے" (استثناء ۱۱)

تورات و انجیل کے دس حوالے
اور
مفری کی ہلاکت

(۳) ”خداوند یہود اور کھتاہے کہ میں تمہارا مخالف ہوں اور میرا اتحاد ان نبیوں پر جو
دھوکا دیتے ہیں اور جھوٹی غیب دانی کرتے ہیں چلے گا۔ وہ میرے لوگوں کے
مجموع میں شامل نہ ہوں گے“ (سز قیل ۱۲)

(۴) جھوٹے نبیوں اور ان کے انجام کے متعلق فرمایا :-

”میں اپنے غضب کے طوفان سے اُسے توڑ دوں گا اور میرے قبر سے
بھجا جھم مینہ برسے گا اور میرے ششم کے پتھر پڑیں گے۔ تاکہ اسے نابود کریں
سو میں اس دیوار کو جس پر تو نے کچی کھل کی ہے توڑ ڈالوں گا اور زمین پر گر ڈونگا
یہاں تک کہ اس کی نیو ظاہر ہو جائے گی۔ ہاں وہ گرے گی اور تم اسکے بیج
میں ہلاک ہو گے اور جانو گے کہ میں خداوند ہوں“ (سز قیل ۱۳-۱۴)

(۵) ”خداوند اسرائیل کے سر اور دم اور شاخ اور نئے کو ایک ہی دن میں کاٹ ڈالے گا
وہ جویرانا ہے اور عزت دار وہی سر ہے۔ اور جو نبی جھوٹی باتیں سکھاتا ہے
وہی دم ہے“ (یسایہ ۹)

(۶) ”اور ایسا ہو گا کہ جب کوئی نبوت کرے گا تو اُس کے ماں باپ جن سے وہ
پیدا ہوا اُسے کہیں گے کہ تو نہ جیے گا۔ کیونکہ تو خداوند کا نام لیکے جھوٹ
بولتا ہے“ (زکریا ۱۳)

(۷) ”اور وہ نبی یا وہ خواب دیکھنے والا (جھوٹا) قتل کیا جائے گا“ (استثناء ۱۳)

(۸) ”نبی اور کاہن دونوں ناپاک ہیں۔ ہاں میں نے اپنے گھر کے بیچ ان کی میرانی
پائی۔ خداوند کہتا ہے اسلئے ان کی راہ ان کے حق میں ایسی ہو گی جیسے عسلی بنی
تاریخی کے وقت میں وہ ان میں کھڑے جا کے وہاں گریں گے۔ کہ میں ان پر
بلاؤں گا۔ کہ یہ ان سے انتقام لینے کا برس ہے“ (یرمیاہ ۲۳-۱۱)

(۹) ”رب الافواج نبیوں کی بابت یوں کہتا ہے کہ دیکھ نہیں انہیں ناگہ و ناگہلاؤنگا
اور ہلاہل کا پانی پلاؤں گا۔ کیونکہ یہ شلیم کے نبیوں کے سبب سے ساری سرزمین
میں بے دینی پھیلی ہے“ (یرمیاہ ۱۵)

(۱۰) ”یہ تدبیر یا کام اگر آدمیوں کی طرف سے ہوا تو آپ برباد ہو جائے گا لیکن
اگر خدا کی طرف سے ہے تو تم ان لوگوں کو مغلوب نہ کر سکو گے“ (اعمال ۵)

تلك عشرة كاملة -

ان تمام بیانات سے عیاں ہے کہ جس طرح نصوص قرآنیہ مفسری کی جلد ہلاکت پر

شاہد ناطق ہیں اسی طرح بائبل کی شہادت بھی اس باب میں یہی ہے۔ پس ۵

لعنت ہے مفسری پر خدا کی کتاب میں عزت نہیں ہے ذرہ بھی اکی جناب میں

توریت میں بھی نیز کلام مجید میں دکھا گیا ہے رنگ و عید شدید میں

کوئی اگر خدا پر کرے کچھ بھی افتراء ہو گا وہ قتل ہے یہی اس جرم کی سزا ہے

۲۳ سالہ معیار اور علمائے اہلسنت و الجماعت
قرآن مجید کی تصریحات کے پیش نظر اس عنوان کی

ضرورت نہیں تھی۔ لیکن تمام محبت کی خاطر اس ضمن میں بھی چند اقتباس درج ذیل ہیں۔
(۱) عقائد کی مشہور کتاب شرح عقائد نسفی میں لکھا ہے :-

”فان العقل يعجزر بامتناع اجتماع هذه الامور في غير

الانبياء وان يجمع الله تعالى هذه الكمالات في حق من

يعلم انه يفتري عليه ثم يمهله ثلاثاً وعشرين

سنة“ (مطبوع مجتہدائی منہ)

کہ عقل اس بات پر کامل یقین رکھتی ہے کہ یہ امور (معجزات اور اخلاق

عالیہ وغیرہ) غیر نبی میں نہیں پائے جاتے۔ نیز یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ یہ باتیں کسی

مفسری میں صحیح نہیں کرتا اور یہ بھی کہ پھر اس کو تیس برس ہلکت نہیں دیتا۔

(۲) حضرت امام ابن القیم ایک عیسائی مناظر کے سامنے بطور دلیل صداقت فرماتے ہیں :-

وهو مستمر في الافتراء عليه ثلاثاً وعشرين سنة

وهو مع ذلك يؤتدأ - (زاد المعاد جلد ۱ ص ۵۵)

کہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ جسے تم مفسری قرار دیتے ہو وہ مسلسل تیس برس تک

اللہ تعالیٰ پر افتراء کرتا رہے اور اللہ تعالیٰ بائیں ہمہ اس کو ہلاک کرنے کی

بجائے اس کی تائید کرے؟

گویا حضرت امام ابن القیم کے نزدیک تیس برس تک ہلکت پانا دلیل صداقت ہے۔

(۳) شرح الحقائق کی شرح النبراس میں ۲۳ سالہ معیار کی وجہ بائیں الفاظ درج ہے :-

”فَاتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ وَعُمَرَةُ ابْنُ بَعُونَ
سَنَةً وَتَوَفَّى وَعُمَرَةُ ثَلَاثَ وَسِتِّينَ سَنَةً عَلَى الصَّحِيحِ“ (ص ۴۲)
کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم چالیس برس کی عمر میں مبعوث ہوئے اور تریسٹھ
سال کی عمر میں حضور کا وصال ہو گیا۔ گویا حضورؐ بعد دعویٰ وحی تیس برس تک
زندہ رہے اور یہ صداقت کا کامل معیار ہے۔ یعنی جو دعویٰ وحی و الہام
آنا عرصہ مہلت پالے وہ یقیناً سچا ہے۔

(۴) مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری لکھتے ہیں :-

(الف) ”نظام عالم میں جہاں اور تو این خداوندی ہیں یہ بھی ہے کہ
کاذب مدعی نبوت کی ترقی نہیں ہوا کرتی بلکہ وہ جان
سے مارا جاتا ہے۔“ (مقدمہ تفسیر ثنائی ص ۱۸)
(ب) ”دعویٰ نبوت کا ذبیہ مثل نہ ہر کے ہے۔ جو کوئی نہ رکھائیگا
ہلاک ہوگا۔“ (مقدمہ تفسیر ثنائی ص ۱۸ حاشیہ)
ان اقتباسات سے ظاہر ہے کہ اہلسنت و الجماعت کے نزدیک بالاتفاق یہ
عقیدہ مسلم ہے کہ مغتری جلد ہلاک ہوتا ہے اور اس کو تیس برس کی مہلت نہیں مل سکتی۔
یاد رکھئے

افتراد کی ایسی دم لمبی نہیں ہوتی کبھی جو ہو مثل مدت فخر الرسل فخر الخیار
غیر احمدی علماء اس مقام پر عاجز آکر یہ کہہ دیا کرتے ہیں
ایک شہرہ کا ازالہ کہ یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص ہے اور اس
دلیل کا اثر صرف حضورؐ کی صداقت پر پڑتا ہے و بس۔ (کرناک آسمانی ص ۱۸)
یہ دعویٰ محض ”ڈوبتے کونٹکے کا سہارا“ والی بات ہے۔ ورنہ کون اہل علم اس
سے ناواقف ہے کہ دلیل اور مدلول میں لازم ہے اور مختلف المدلول عن الدلیل
مراسر غلط ہے (رشیدیہ بحث انقض)۔ بھلا اگر زید کا حیوان ناطق ہونا اس کی
انسانیت کی دلیل ہے تو بکر کا حیوان ناطق ہونا اس کو انسان کیوں ثابت نہیں کرتا؟
۲۳ سال تک بعد دعویٰ وحی ربانی مہلت پانا اگر دلیل صداقت ہے اور ہم رسول پاک
صلی اللہ علیہ وسلم کے منکرین کے سامنے یہ دلیل پیش کر کے آپ کی صداقت منوا سکتے

ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ کوئی دوسرا مدعی وحی بہمہ وجوہ ۲۳ سال مہلت پاسنے پر
صادق قرار نہ پائے؟

پھر میں کہتا ہوں کہ ہمارے مخالف محض ہماری علاوت سے قرآن مجید کی
 ایک زبردست دلیل کو ناقص قرار دے رہے ہیں۔ اگر وہ ذرا بھی غور کریں تو انہیں
 معلوم ہو جائے کہ اگر کسی کا ذب نبی کو ۲۳ برس تک مہلت ملنا ممکن ہے۔ اور
 واقعات کی رُو سے ایسا ہوا ہے تو متکین اسلام کے سامنے دلو تقول علینا
 کی دلیل ہرگز پیش نہیں ہو سکتی۔ وہ فوراً کہہ سکتے ہیں کہ اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
 کو ۲۳ برس مہلت مل گئی تو فلاں کا ذب مدعی کو بھی مل گئی ہے۔ فہما ہو جو ابکہ
 فہو جو ابنا۔

بھائیو! نص قرآنی کو باطل نہ کرو اور حضرت احمد کی دشمنی میں قرآن مجید کو
 مت چھوڑو۔ یاد رکھو کہ دلیل جہاں پائی جائے گی اس کا نتیجہ بھی لازمی طور پر پایا
 جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک تمام علماء و متکلمین اس کو عمومی رنگ میں ہی پیش
 کرتے رہے ہیں۔ صاحب تفسیر روح البیان نے تو صاف لکھا ہے :-

"لعاقبہ اللہ وهو اکرم الناس علیہ فما ظنک بغیرہ"

کہ جب خدا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر میں یہ سزا بتائی ہے

حالانکہ حضور بارگاہ ایزدی میں سب سے زیادہ محبوب ہیں تو پھر دوسرا

کوئی مفتری کیونکر سزا سے بچ سکتا ہے۔ (جلد ۴ ص ۱۱۱) فتدبر!

قارئین کرام! آپ معاندین کے اسی استدلال پر حیران نہ ہوں۔ باطل پرستی

انسان کو صداقت سے بہت دُور لے جاتا ہے۔ دیکھئے لکھا ہے :-

"اگر فرض بالمال نبی بالعموم مرزیا بھی جائے تو پھر ضروری ولایدی

ہے کہ پہلے سچا نبی ہو تو پھر جھوٹ بولے تو پھر خداوند تعالیٰ

اس کو ہلاک کر دیتا ہے" (کرک مک)

معرض نے اس اعتراض میں مفتری کی جلد ہلاکت کا استدلال تو ولو

تقول علینا سے تسلیم کر لیا ہے۔ اب صرف اس الجھن میں ہے کہ "سچا نبی ہو

اور پھر جھوٹ بولے" بندہ خدا! اگر وہ سچا نبی ہے تو جھوٹ نہیں بول سکتا۔ اور

اگر جھوٹ بولتا ہے تو سچا نہیں ہو سکتا۔ یہ اجتماع ناممکن ہے۔ مگر انہوں نے کہ حق کی مخالفت میں بار بار کہا جاتا ہے ”سچا نہیں ہو اور پھر جھوٹ بولے۔“
بسوخت عقل زحیرت کہ ایں پورہ لوجہی است

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا انعامی چیلنج آیات قرآنی، بائبل کے سوالہ جات، اور کتابت اہلسنت

کے بعد ضروری ہے کہ ہم بتادیں کہ از روئے واقعات بھی یہ تیس سالہ معیار ناقابل تردید صداقت اور ہر زمانہ میں مضبوط پیمانہ ثابت ہوا ہے اس کے لئے سب سے پہلے ہم سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہ چیلنج درج کرتے ہیں جو حضورؑ نے اپنے مخالفین کے سامنے پانصد روپیہ کی انعامی رقم کے ساتھ پیش فرمایا۔ حضورؑ تحریر فرماتے ہیں:-

”اگر یہ بات صحیح ہے کہ کوئی شخص نبی یا رسول اور مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کرے اور کھلے کھلے طور پر خدا کے نام پر کلمات لوگوں کو سنا کر پھر باوجود مفتری ہونے کے تیس برس تک جو زمانہ وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہے زندہ رہا ہے تو میں ایسی نظیر پیش کرنے والے کو بعد اسکے جو مجھے میرے ثبوت کے موافق یا قرآن کے ثبوت کے موافق ثبوت دیدے پانسو روپیہ نقد دے دوں گا۔“ (اربعین نمبر ۲ ص ۱۵)

کیا کوئی ہے جس نے ایسی نظیر پیش کی ہو یا اب کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ تمام مخالفین کا ایسی نظیر پیش کرنے سے قاصر رہنا اس حقیقت کو واضح کر دیتا ہے کہ ایسی نظیر کی تلاش سعی لاف حاصل ہے۔

واقعات گزشتہ اور ۲۳ سالہ معیار حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جواب چیلنج بجائے خود اس بات

کی پختہ دلیل ہے کہ کبھی بھی ایسا اتفاق نہیں ہوا کہ کسی مفتری نے افتراء پر داری کے بعد ۲۳ سال ہمت پائی ہو لیکن تکمیل بحث کی خاطر ذیل میں چند شہادتیں درج ہیں کہ کبھی کسی کا ذب مدعی الہام نے اتنی طویل ہمت نہیں پائی۔ کیونکہ اتنی ہمت پانا دلیل صداقت قرار پا چکا ہے اور وہ شہادتیں یہ ہیں:-

اول۔ علامہ عبدالعزیز لکھتے ہیں :-

”وقد ادعى بعض الكذابين النبوة كسليمة اليماني الاسود
العنسي وسجاح الكاهنة فقتل بعضهم وتاب بعضهم
بالجملة لم ينتظم امر الكاذب في النبوة الا
اياماً معدودة“ (نبراس مطبوعہ میرٹھ ص ۲۲۲)

ترجمہ۔ بے شک بعض لوگوں نے نبوت کے جھوٹے دعوے کئے
جیسا کہ سلیما، اسود عنسی اور سجاح ہیں لیکن پھر بعض ان میں سے قتل
کئے گئے اور بعض نے توبہ کر لی۔ بہر حال کسی جھوٹے مدعی کی بات
چند دن سے زیادہ نہیں رہی۔

دوہر حضرت امام ابن قیمؒ تحریر فرماتے ہیں :-

”نحن لانكر ان كثيراً من الكذابين قام في الوجود و
ظهرت له شوكة ولكن لم يتم له امره ولم تطل مدته بل
سلط عليه رسله واتباعهم فمحقوا اثره وقطعوا دابره و
استأصلوا شأفته، هذه سنة في عبادة منذ قامت الدنيا
والحي ان يرث الارض ومن عليها“

ترجمہ۔ ہم اس بات کا انکار نہیں کرتے کہ بہت سے کذاب اور
جھوٹے مدعی پیدا ہوئے اور ان کی ابتداء شوکت بھی ظاہر ہوئی لیکن
وہ اپنے مقصد کو پا نہ سکے اور نہ ہی ان کی مدت لمبی ہوئی۔ بلکہ
اللہ تعالیٰ کے رسولوں اور ان کے اتباع نے بہت جلد ان کی بیخ کنی کر کے
ان کو بے نام و نشان کر دیا اور ان کی گردن توڑ دی۔ ابتداء دنیاسے
اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں میں یہی سنت رہی اور تا قیامت رہے گی۔
(زاد المعاد جلد اول ص ۵)

”لمبی مدت“ کی تشریح اسی جگہ ”ثلاثاً وعشرين سنة“ (۲۳ سال) کا لفظ

میں موجود ہے۔

سور۔ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے لکھا ہے :-

”واقعات گزشتہ سے بھی اس امر کا ثبوت پہنچتا ہے کہ خدا نے کبھی کسی جھوٹے نبی کو سرسبزی نہیں دکھائی۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں باوجود غیر متناہی مذاہب ہونے کے جھوٹے نبی کی اُمت کا ثبوت مخالف بھی نہیں بتلا سکتے۔ سیلہ کذاب اور عبد اللہ عسی کے واقعات تاریخ دانوں سے پوشیدہ نہیں کہ کس طرح ان دونوں نے اپنے اپنے زمانہ میں حضور اقدس فداہِ روحی کا جاہ و جلال دیکھ کر دعوے نبوت کے کئے اور کیسے کیسے خدا پر جھوٹ باندھے۔ لیکن آخر کار خدا کے زبردست قانون کے نیچے آکر کچلے گئے اور کس ذلت اور رسوائی سے مارے گئے کہ کسی کو گمان بھی نہ ہوتا تھا۔ حالانکہ تھوڑے دنوں میں بہت کچھ ترقی کر چکے تھے مگر تاجکے؟“ (مقدمہ تفسیر ثنائی ص ۱۸)

ناظرین کرام! ہر سہ واضح حوالہ جات آپ کے سامنے ہیں۔ حضرت امام بن تقیم کاشانی بیان، اہلسنت والجماعت کی مستند کتاب نبراس کی کھلی شہادت اور معاند احمدیت مولوی ثناء اللہ صاحب مدیر المحدثین کا اقرار ایک طرف ہے اور مصنف ”عشرہ کاملہ“ منشی محمد یعقوب کا دعویٰ ”کئی کاذب مدعیان کا زمانہ ۲۳ سال کی مدت سے زیادہ ہے“ دوسری طرف ہے۔ فیصلہ آپ خود کر سکتے ہیں۔ ہاں یاد رہے کہ ہمارے مخاطب منشی صاحب اپنا اقرار ہے کہ میں کم علم ہوں۔ (عشرہ ص ۱۵)

ہم کامل تحقیقات کے بعد نہایت وثوق سے اس اعتقاد پر قائم ہیں کہ کاذب مدعیان کا زمانہ ۲۳ سال کی مدت سے زیادہ ”کا دعویٰ سراسر مغالطہ اور افتراء ہے۔ قرآن مجید اس خیال کو دھکے دے رہا ہے۔ عقل انسانی اس کی تردید کر رہی ہے۔ تفاسیر بائبل کے بیانات اس کے مخالف ہیں اور پھر محققین کی شہادتیں اس کو غلط بنا رہی ہیں۔ منشی صاحب اور ان کے ”فخر المحدثین“ نے اس جھوٹے دعوے سے اسلام کی تو کوئی خدمت نہیں کی لیکن اس یقینی دعویٰ پر جو ابتداء اسلام سے اُٹھ کر آئے اور اس معیارِ صداقت کے خلاف جسے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش فرمایا اور تمام متکلمین پیش کرتے رہے اور آج تک کوئی دشمن اسلام اس کے خلاف ایک نظیر بھی پیش نہ کر سکا بلکہ ہمیشہ عجز کا اعتراف کیا گیا ”کئی نظیروں“ کا دعویٰ کر دیا۔ افسوس

صدافسوس۔ مقام حیرت ہے کہ وہ حقیقت ثابت جس نے بقول امام ابن القیم عیسائی مناظر کو مہیوت کر دیا اور وہ کوئی نظیر اتنی ہمت پانے والے کی پیش نہ کر سکا۔ منشی محمد یعقوب صاحب کی ایک حرکت قلم سے باطل ہو گئی۔ العجب ثم العجب۔

ناظرین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ معترض بٹیا لوی نے کس شد و مد اور زور کے ساتھ اس بات کا ذکر کیا ہے کہ جھوٹے ہی سرسبز ہوتے رہے اور تیس سال ہمت پاتے رہے ہیں۔ ہم دلائل سے اصولی طور پر اس کے دعویٰ کی تخلیط کر چکے ہیں۔ اب ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ درحقیقت مکذب کی فطرت اور ضمیر بھی اس کے خلاف ہے۔ اس نے ضمیر کشی کر کے محض حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اعتراض کرنے کی خاطر یہ سب باتیں بیان کی ہیں۔ چنانچہ اس کے اپنے دو حوالے درج ذیل ہیں۔ لکھتا ہے:-

(۱) "اللہ کہیم کبھی مفتریوں کے ہاتھ میں بھی کوئی روشن دلیل دیا کرتا ہے ایسے لوگ تو داؤ پیچ۔ ہوسشیاری و سپالاکی۔ تاویلاتِ ریکیہ و توجیہاتِ باطلہ۔ دھوکے اور دم سازی۔ تصنع اور سخن سازی سے ہی کچھ فائدہ اٹھالیا کرتے ہیں اور وہ بھی تھوڑے دن۔ بالآخر سچی سچی ہو کر ہتھارے اور باطل باطل۔ ات الباطل کان زھوقاً" (تحقیق لائانی ص ۱۲)

(۲) "اس تیرہ سو برس کے عرصہ میں ایسے بہت لوگ گزے ہیں جنہوں نے جھوٹے دعوے کئے اور جھوٹے الہام سنانے لیکن سنتِ الہی کے مطابق بعض جلد اور بعض کچھ عارضی فروغ کے بعد انجام کار خائب و خاسر اس جہان سے رخصت ہوئے" (عشرہ کاملہ ص ۵۲)

معزز قارئین! ہر دو اقتباس آپ کے سامنے ہیں۔ تشریح کی ضرورت نہیں۔ صاف طور پر مذکور ہے کہ۔ مفتریوں کو "تھوڑے دن" ہی ہمت ملتی ہے اور وہ بہر حال "خائب و خاسر" اس جہان سے جاتے ہیں۔ خواہ "جلد" یا زیادہ سے زیادہ کچھ عارضی فروغ کے بعد۔

الغرض معترض بٹیا لوی کی ضمیر بھی یہی کہتی ہے کہ مفتری کامیاب نہیں ہو سکتا۔ وہ جلد تباہ و برباد کر دیا جاتا ہے۔ اور اگر اس کو کچھ وقتی فروغ حاصل بھی ہو تو وہ بلبلاؤں

کی طرح جلد مٹ جاتا ہے اور ہر طور سے خائب و غامض رہتا ہے۔ مکذّب نے اس طریق کو سنت الہی سے بھی تعبیر کیا ہے۔ دراصل یہ اس کی ضمیر کی آواز ہے۔ سچ ہے۔

بَلِ الْإِنْسَانِ عَلَىٰ نَفْسِهِ بَصِيرَةٌ ۖ وَلَوْ أَلْقَىٰ مَعَاذِ يُرْسِ ۝

بعض لوگ ناواقف کے ماتحت چند لوگوں کے نام

آیت ولو تقول علينا من غير شروط

پیش کر دیا کرتے ہیں جن سے آیت ولو تقول علينا کے استدلال کو باطل کرنا چاہتے ہیں۔ جیسا کہ معترض پٹیا لوی نے بھی کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ان کا ذب مدعیان کی اہلیت دکھانے سے پیشتر آیت ولو تقول علينا کے شرائط بھی ذکر کر دوں تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ ایسے لوگوں کا ذکر اس موقع پر نہایت ہی بے جواز ہے۔

اس آیت قرآنی کے الفاظ یہ ہیں۔ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ۚ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ ۚ فَمَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ (الحاقق) ان الفاظ میں جن شرائط کا ذکر ہے وہ حسب ذیل ہیں :-

اول۔ وہ مدعی الہام اپنے دعویٰ میں تکلف اور تعدد سے کام لے۔ یعنی وہ یہ جانتے ہوئے کہ میں خود افتراء کر رہا ہوں ان باتوں کو الہام قرار دے۔ مجنون اور دیوانہ معذور ہے کیونکہ اس کا قول و فعل تعدد کی بناء پر نہیں ہوتا۔ شریعت اسلامی اور عقل کے رُوسے بھی وہ قابل نظر اندازی ہے۔ پھر لفظ تقوّل کا صیغہ بھی باب تفعّل سے ہے جو تکلف پر دلالت کرتا ہے۔ اس لئے مجنون اس آیت کی زد میں نہیں آئے گا۔ اور اس کا ہمت پانا اس آیت کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ تفاسیر میں بھی "التقوّل الافتعال من التكلّف" درج ہے۔

دوم۔ وہ مدعی ہستی باری تعالیٰ کا قائل ہو اور اس کے علیحدہ وجود کا اقرار ہی ہو اور اپنی باتوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتا ہو۔ جو لوگ خدا تعالیٰ کے ہی قائل نہیں یا محض اپنی باتوں کو الہام سے تعبیر کرتے ہیں۔ وہ اس آیت کی زد سے باہر ہوں گے جیسا کہ آیت کا لفظ "علینا" صاف بتا رہا ہے۔

سوم۔ ایسا مدعی لفظی الہام کا قائل ہو اور اپنی باتوں کو خدا کی باتیں قرار دیتا ہو۔ جو لوگ محض خیالات کو الہام کا مترادف سمجھتے ہیں اور دل میں آنے والی ہر بات

کا نام الہام رکھتے ہیں وہ بھی اس آیت کے دائرہ سے باہر ہوں گے۔ کیونکہ آیت میں بعض الاقوال کی شرط موجود ہے۔ یعنی وہ اپنی بات اور قول کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرے اور ان الفاظ کو خدا کے الفاظ قرار دے۔ خیالی الہام تو محض ایک خود ساختہ اصطلاح ہوگی۔ آیت کے الفاظ لفظی الہام کے دعویدار کے لئے اس سزا کو مخصوص بتلاتے ہیں۔ برہم سماجی وغیرہ اس دائرہ سے باہر ہیں۔

چہارم۔ ایسے مدعی کے لئے از روئے آیت قرآنی جو تھی شرط یہ ہے کہ وہ اپنے اس دعویٰ کو علی الاعلان پیش کرے اور لوگ اس کی باتوں کے باعث گمراہ ہوتے ہوں۔ اگر وہ اس دعوے کو چھپاتا ہے یا اس کو تحدی کے ساتھ پیش نہیں کرتا یا لوگ اس کے باعث فتنہ میں نہیں پڑتے تو وہ مدعی بھی اس سزا کے نیچے نہ آئیں گے۔ یہ شرط فقرہ نما منکم من احد عنہ حاجزین سے مستنبط ہے۔

ان چار شرائط کے ماتحت ہمیں کسی مدعی کی زندگی اور اس کے دعوے پر غور

کرنا چاہیے۔ ان شرائط کا خلاصہ یہ ہے کہ:-

”کوئی شخص عداً اپنی طرف سے بعض کلمات تراش کر یا ایک کتاب بنا کر

پھر یہ دعویٰ کرے کہ یہ باتیں خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور اس نے مجھے

الہام کیا ہے۔ اور ان باتوں کے بارے میں میرے پر اس کی وحی نازل ہوئی

ہے۔ حالانکہ کوئی وحی نازل نہیں ہوتی (انجام آتھم صلیح حاشیہ)

اب اگر ان میں سے کوئی ایک بشرط بھی مفقود ہو۔ مثلاً وہ مدعی مجنون ہو۔ کوئی اس کی وجہ

سے فتنہ میں نہ پڑتا ہو۔ یا وہ اپنے دعویٰ کو علی الاعلان ذکر نہ کرتا ہو۔ یا وہ اپنے وجود کو

علیحدہ سمجھ کر اپنی باتوں کو خدا کی طرف منسوب نہ کرتا ہو بلکہ اپنے خیالات کو ہی الہام کہتا

ہو۔ تو ان تمام صورتوں میں اس کا بیج رہنمایا ہمت پانا ہمارے استدلال یا آیت

قرآنی کی تحدی کے خلاف نہ ہوگا۔

مکتوب پٹیالوی نے ایک جگہ ضمناً اکبر بادشاہ کا بھی ذکر کیا ہے۔ حالانکہ نہ اس کی طرف

سے نہ کسی اور کاذب کی طرف سے ایسا دعویٰ پیش کیا جاسکتا ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود

علیہ السلام نے اس کے متعلق جو ابا تحریر فرمایا ہے :-

”اگر یہ سچ ہے کہ ان لوگوں (اکبر وغیرہ) نے نبوت کے دعوے کئے اور

تیس برس تک ہلاک نہ ہوئے تو پہلے ان لوگوں کی خاص تحریر سے انکا دعویٰ ثابت کرنا چاہیے اور وہ الہام پیش کرنا چاہیے جو الہام انہوں نے خدا کے نام پر لوگوں کو سنا یا۔ یعنی یہ کہا کہ ان لفظوں کے ساتھ میرے پر وحی نازل ہوئی کہ میں خدا کا رسول ہوں۔ اصل لفظ ان کی وحی کے کامل ثبوت کے ساتھ پیش کرنے چاہئیں۔ کیونکہ ہماری تمام بحث وحی نبوت میں ہے جسکی نسبت یہ ضروری ہے کہ بعض کلمات پیش کر کے یہ کہا جائے کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ہمارے پر نازل ہوا ہے" (تمہ اربعین ص ۱۱)

اب ہم معتزض پٹیا لوی کے پیش کردہ ناموں کے متعلق تفصیلاً بحث کرتے ہیں۔
ابو منصور معتزض پٹیا لوی نے اپنے بلند بانگ دعویٰ کی تائید میں سب سے پہلے ابو منصور باقی فرقة منصور یہ کا ذکر کیا ہے اور منہاج السنۃ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ اس نے جنت و دوزخ کا انکار کر دیا تھا اور صوم و صلوة وغیرہ کا بھی منکر تھا۔ پھر لکھا ہے۔

"ایک مستقل فرقة کی اس نے بنیاد رکھی تھی ستائیس برس تک نبوت کا دعویٰ اور سلطنت کر کے ۳۶۵ ہجری میں مارا گیا" (عشرہ ص ۱۸)

یہ درست ہے کہ ابو منصور مذکور نے نماز و روزہ وغیرہ سے انحراف کیا تھا اور لوگوں کو حکومت کے خلاف بھی برائی سمجھاتا رہا تھا۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اپنی کتاب منہاج السنۃ میں اس کا ذکر شیعہ فرقوں کے ذیل میں کیا ہے اور اس کی ابا طیب لکھتے ہیں کہ تفصیلاً بتایا ہے لیکن کسی ایک جگہ بھی اس کے دعویٰ نبوت کا اور ۲۷ برس تک مہلت پانے کا ذکر نہیں ہے۔

کوئی دکھلائے اگر حق کو چھپایا ہم نے

مکذّب نے اس مدعی کا ذکر منہاج السنۃ کے حوالہ سے ہی کیا ہے۔ پس اس کا فرض ہے کہ وہ اس کے دعویٰ نبوت کا ثبوت جسے لیکن وہ ایسا ہرگز نہیں کر سکتا۔

منہاج السنۃ اور دیگر کتب تاریخ سے صرف اس قدر ثابت ہے کہ وہ ایک محد انسان تھا اور رافضی خیالات کی ترویج چاہتا تھا۔ پھر قدس الوہیت کا دعویٰ ابن گیا تھا۔ چنانچہ الاستاذ ابو منصور البغدادی اپنی شہرہ آفاق کتاب "الفرق فی الفرق" میں

ابو منصور العجلی مدعی مذکور کے متعلق لکھتے ہیں :-

”وَادْعَىٰ هَذَا الْعَجَلَىٰ أَنَّهُ خَلِيفَةُ الْبَاقِرِ ثُمَّ الْاِحْسَادَ فِي
دَعْوَاهُ فزَعَمَ أَنَّهُ عَرَجَ بِهِ إِلَى السَّمَاءِ وَأَنَّ اللَّهَ تَعَالَى مَسَّحَ
بِيَدِهِ عَلَى رَأْسِهِ وَقَالَ لَهُ يَا بَنِيَّ بَلِّغْ عَنِّي ثَمَّ أَنْزَلَهُ إِلَى
الْأَرْضِ وَزَعَمَ أَنَّهُ الْكَسْفُ السَّاقِطُ مِنَ السَّمَاءِ الْمَذْكُورُ فِي
قَوْلِهِ (وَأَن يَرُوا كِسْفًا مِنَ السَّمَاءِ سَاقِطًا يَقُولُوا سَحَابٌ مَّرْكُومٌ)
وَكَفَرَتْ هَذِهِ الطَّائِفَةُ بِالْقِيَامَةِ وَالْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَتَأَوَّلُوا
الْجَنَّةَ عَلَى نَعِيمِ الدُّنْيَا وَالنَّارَ عَلَى عَذَابِ النَّاسِ فِي الدُّنْيَا وَاسْتَحْلَوْا
مَعَ هَذِهِ الضَّلَالَةِ خَنَقًا مِمَّا فِيهِمْ وَاسْتَمَرَّتْ فَفَتَنَتْهُمْ
عَلَى عَادَتِهِمْ إِلَى أَن وَقَعَ يَوْمَ مَعْتِ بْنِ عُمَرَ الثَّقَفِيِّ وَأَتَى الْعِرَاقَ
فِي زَمَانِهِ عَلَى عَوْرَاتِ الْمَنصُورِيَّةِ فَاخْتَذَ أَبُو مَنصُورٍ الْعَجَلَى
وَصَلَبَهُ“ (ص ۲۳)

ترجمہ۔ ”ابو منصور مذکور نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ امام باقرؑ کا خلیفہ ہے۔ بعد ازاں اپنے
دعویٰ میں الحاد سے کام لیا اور کہا کہ اس کو آسمان پر اٹھایا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے
اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ اور فرمایا کہ اے میرے بیٹے میری طرف سے تبلیغ کر۔
پھر اس کو زمین پر اتارا۔ اس کا خیال تھا کہ آیت ”وَأَن يَرُوا كِسْفًا مِنَ السَّمَاءِ سَاقِطًا“ کا ذکر ہے وہ میں ہوں منصور یہ فرقہ نے قیامت، جنت
اور دوزخ کا انکار کر دیا ہے۔ اور جنت سے مراد دنیا و بلاد دنیا کی نعمتیں اور
دوزخ سے مراد دنیا کی مصیبتیں لی ہیں۔ اس قدر ضلالت کے باوجود یہ لوگ
اپنے مخالفوں کو گردن زدنی سمجھتے ہیں۔ ان کا فتنہ جاری رہا تا وقتیکہ یوسف بن
عمر ثقفی کو آگاہی ہوئی اور اس نے ان کے معائب کو دریافت کیا اور ابو منصور
عجلی کو پکڑ کر صلیب پر مار دیا“

اس اقتباس سے میں دو باتوں کی طرف آپ کی توجہ خاص طور پر مبذول کرنا چاہتا ہوں :-
اول۔ ابو منصور کا دعویٰ ہرگز نبوت کا نہیں تھا۔ وحی و الہام کا نہیں تھا۔ اس کا کوئی الہام
پیش نہیں کیا گیا۔ ہاں اس نے الحاد اور بے دینی اختیار کی اور شیعوں کے ایک حصہ

کو امام باقرؑ کی خلافت کے دعویٰ کے باعث ہمنوا بنا لیا۔
 دوسرے شخص مارا گیا۔ علیہب دیا گیا اور وہ اپنے کیمفر کردار کو پہنچ گیا۔ کیا اس کو آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ پر پیش کرنا کھلی مخالفت دہی نہیں؟
 دوسرے نمبر پر معترض پٹیا لوی نے محمد بن تو مرت کا ذکر کیا ہے
 اور اس کے متعلق لکھا ہے :-

محمد بن تو مرت

”پانچویں صدی کے شروع میں محمد بن تو مرت ساکن جبل سوس نے دعویٰ کیا
 کہ میں سادات حسینی ہوں اور ہندی موجود ہوں۔ اس کے حالات میں مذکور
 ہے کہ اس نے امام غزالیؒ وغیرہ اکابر علماء سے تحصیل علوم کے بعد مل و نجوم
 میں بھی بہارت بہم پہنچائی اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔۔۔ لاکھوں
 آدمی اس کے شاگرد و مرید بن گئے۔“ (عشرہ ص ۱۱)

ناظرین کرام! ہم معترضین کے اس دعویٰ کو اگر بلا کم و کاست بھی مان لیں تب بھی اس سے
 آیت ولو تقول علیٰ سنا کے تیس سالہ معیار پر کوئی زد نہیں پڑ سکتی۔ کیونکہ معترض پٹیا لوی
 کے نزدیک بھی اس کا دعویٰ وحی والہام ثابت نہیں۔ بلا دعویٰ وحی ہندی موجود وغیرہ کا ادعا اس
 بحث سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ پھر اس کو رمل و نجوم میں ماہر مان کر تو بات اور بھی نمایاں
 ہو جاتی ہے۔ جو شخص ایک بات بطور نجوم کہتا ہے خدا تعالیٰ کے نام پر اس کے الفاظ کو پیش
 نہیں کرتا اس کو لو تقول کے بالمقابل پیش کرنا سراسر غلطی ہے۔

محمد بن تو مرت اور اس کے خلیفہ جہد المومن کا ذکر تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱ ص ۲۱۶
 وغیرہ پر مذکور ہے۔ ابن تو مرت کو ۱۱۸ھ میں شاہ مراکش کے حکم سے دار السلطنت سے
 نکال دیا گیا۔ اس پر وہ جبل سوس میں جاگزیں ہوا اور لوگوں کو دعوت دی کہ حکومت کے
 خلاف جنگ کریں۔ چنانچہ لکھا ہے :-

”تسامع بہ اهل تلك النواحي فوجدوا عليه وحضرا عيانهم
 بين يديه وجعل يعظهم ويذكرهم يا يا مراطة ويذكر لهم
 شرائع الاسلام وما غير منها وما حدث من الظلم والفساد وانه

لايجب طاعة دولة من هذه الدول لا تباعهم الباطل بل الواجب
قتالهم ومنعهم عما هم فيه فاقام على ذلك نحو سنة و
تابعه هرغة قبيلته وسمى اتباعه الموحدين واعلمهم ان
النبي صلى الله عليه وسلم بشر بالمهدي يملأ الارض عدلاً
وان مكانه الذي يخرج منه المغرب الاقصى فقام اليه عشرة
رجال احدهم عبد المؤمن فقالوا لا يوجد هذا الا فيك فانت
المهدي فبايعوه على ذلك (كامل ابن اثير جلد ۱ ص ۱۷۱)

ترجمہ۔ "اس علاقہ کے لوگوں میں اس کا پرچا ہوا وہ ابن تو مرت کے پاس آئے اور ان
کے منتخب نمائندے اس کے سامنے حاضر ہوئے۔ اس نے ان کو وعظ کیا اور
ایام انبیاء دلائے۔ اسلام کی شریعت اور اس میں لوگوں کے تغیر و تبدل کا
ذکر کیا۔ ظلم و فساد پیدا شدہ کا حال بتایا اور کہا کہ موجودہ حکومتوں میں سے کسی کی
بھی اطاعت واجب نہیں کیونکہ وہ باطل کی پیروی کر رہی ہیں۔ بلکہ ان سے
جنگ کرنا واجب ہے اور ان کی خرابیوں کو دور کرنا فرض۔ وہ ایک سال
اسی طرح ایچیٹین پھیلاتا رہا۔ اس کا قبیلہ ہرغہ اس کے ساتھ ہو گیا۔ اس نے
اپنے تابعین کو موحدین کے لقب سے ملقب کیا اور پھر ان کو بتایا کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی ہے کہ ایک مہدی پیدا ہو کر زمین کو عدل
سے بھر دیگا۔ اور اس کا جائے ظہور المغرب ہے۔ اس پر اس کے متبعین میں
سے دشمن بن میں عبدالمومن بھی تھا کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ یہ بات تو
صرف آپ میں ہی پائی جاتی ہے۔ پس آپ مہدی ہیں۔ لہذا انہوں نے اس کی
بیعت کر لی۔ انتہی"

اس تاریخی اقتباس سے مندرجہ ذیل امور بوضاحت ثابت ہیں:- (۱) ابن تو مرت
حکومت سے ناراض تھا اور اس کا مقصد حکومت کے خلاف بغاوت کا علم بلند کرنا تھا۔
(۲) اس نے اپنے وطن کے لوگوں کو حکومت کے خلاف بھڑکایا اور لوگ اس کے گرد جمع
ہو گئے۔ جیسا کہ اوائل میں گاندھی جی کی آواز پر اکثر ہندوستانی اکٹھے ہو گئے۔ (۳) اس نے
ان مذہبی لوگوں کو مذہبی طور پر برا بگینہ کرنا اور عام لوگوں کے متاثر ہونے کی بڑی وجہ بھی تھی۔

(۲) اس نے لوگوں کو قیامِ عدل کے لئے ہدیٰ موعود کے ظہور کا وعدہ نبوی بتایا (۵) ان لوگوں نے اس کو ہدیٰ قرار دیکر اس کی بیعت کر لی۔

قارئین کرام! آپ غور فرمادیں کہ ایک شخص محض چند لوگوں کے کہنے سے انکی بیعت لے لیتا ہے اور ان کو حکومت کے خلاف برسرِ پیکار کر دیتا ہے۔ نہ اس نے خود دعویٰ کیا اور نہ اُسے وحی والہام پانے کا ادعا ہے کیا اس سے لو تقول علینا کا معیار باطل ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ **ع** ایں خیال است و محال است و جنوں۔

تیسرے نمبر پر معترض پٹیا لوی نے عبدالمومن کا ذکر کیا ہے۔ جو ابنِ تومرت **عبدالمومن** کا ساتھی اور پھر اس کا جانشین بنا تھا۔ اور لکھا ہے۔

”۳۳ سال تک ہدیٰ کا خلیفہ اور امیر المومنین کہلا کر اور بڑی شان و شوکت سے بادشاہت کر کے ۵۵۰ھ میں مر گیا۔“

الجواب۔ ابنِ تومرت کو عبدالمومن نے ہدیٰ قرار دیا اور عبدالمومن کو ابنِ تومرت اپنا جانشین بنا گیا۔ گویا **ع** من ترا حاجی یگویم تو مرا ملائگو والا معاملہ ہے۔ اس کو آیت ولو تقول علینا کے مقابلہ پر پیش کرنا قرآن مجید کے ساتھ مسخر کرنا ہے محض خلیفہ یا جانشین کہلانا اس وقت زیر بحث نہیں جب تک کہ دعویٰ الہام و وحی مع جملہ شرائط آیت مذکورہ پیش نہ کرو۔ لہذا عبدالمومن کا ذکر بھی اس ذیل میں بے تعلق ہے۔

چوتھے نمبر پر معترض پٹیا لوی نے ان دونوں باپ **طریف صالح بن طریف** بیٹوں کا ذکر کیا ہے۔ لیکن طریف کے متعلق محض فقرہ

”نبوت کا دعویٰ کر کے یا مذہب اپنی قوم میں رائج کیا۔“ لکھا ہے (عشرہ ص ۱۲) اس کی مدت ہمت کو حمداً ذکر نہیں کیا۔ کیونکہ جیسا کہ تاریخ ابنِ خلدون میں لکھا ہے۔ وہ بہت ہی جلد ہلاک ہو گیا۔ ہاں صالح بن طریف کے متعلق تفصیل سے ذکر کیا ہے کہ اُس نے دعویٰ نبوت کیا اور اپنے آپ کو ہدیٰ اکر قرار دیا۔ وغیرہ وغیرہ۔

الجواب۔ یاد ہے کہ اس مدعی کا ذکر ابنِ خلدون جلد ۶ ص ۲۰ سے شروع ہوتا ہے۔ اس جگہ لکھا ہے۔

”انہ انما استحل ذالک عناداً و عاکاً لہا بلغۃ شأن النبی
صلی اللہ علیہ وسلم۔۔۔۔۔ ثم زعم انه المہدی الاکبر الذی

يُخْرِجُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ وَاتَّعِيسَى يَكُونُ صَاحِبَهُ وَيَصْلِي خَلْفَهُ“
(مثنیٰ) کہ اس نے یہ دعویٰ محض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ بلند کو
دیکھ کر عناداً کیا تھا اور پھر اس نے خیال کیا کہ میں ہدی اکبر ہوں جو آخری
زمانہ میں ظاہر ہونے والا تھا۔ عیسیٰ اس کے ساتھ ہو گا اور اسکے پیچھے ناز پڑھے گا۔

ابن خلدون کے اس بیان پر کہ صالح نے دعویٰ نبوت کیا دو باتیں خاص طور پر قابلِ توجہ
ہیں۔ اول یہ بیان ابن خلدون نے محض ایک شخص کی روایت سے نقل کیا ہے اور
دنیا کا کوئی عقلمند ایسے اہم معاملہ کے لئے خبر واحد کو مستند نہیں مان سکتا۔ بالخصوص
جبکہ اس راوی کا بیان بھی کسی سو سال کے بعد ضبطِ تحریر میں لایا گیا ہو۔ حالانکہ ابن خلدون
نے مدعی مذکور کے الہام یا اس کا دعویٰ اس کے الفاظ میں نقل نہیں کیا بلکہ محض لوگوں کی
روایت ایک شخص کے ذریعہ سے درج کی ہے اور خود بھی اس کی صحت کا دعویٰ نہیں کیا۔

اگر ہم ابن خلدون کی روایت کو صحیح بھی تسلیم کر لیں اور صالح کو مدعی نبوت ہی مان
لیں تب بھی اس سے ہمارے استدلال پر کوئی حرج نہیں آتا۔ کیونکہ صالح مذکور نے اپنے
دعویٰ کو علی الاعلان پیش نہیں کیا بلکہ اس کو مخفی رکھتا رہا۔ چنانچہ ابن خلدون لکھتے ہیں۔

”واوصی (صالح بن طریف) بدينه الى ابنه الياس وعهد
اليه بموالاة صاحب الاندلس من بني امية وباطهار
دينه اذا قوى امرهم وقام بامرہ بعدہ ابنه
الياس ولم يزل مظهراً للاسلام مسراً لما اوصاه به
ابوه من كلمة كفرهم“ (ابن خلدون جلد ۶ مثنیٰ)

صالح بن طریف نے اپنے دین کی اپنے بیٹے کو وصیت کی اور کہا
کہ اندلس کے حاکم سے دوستی رکھنا اور جب تمہاری حکومت مضبوط
ہو جائے تو اس دین کو ظاہر کرنا۔ چنانچہ اس کے بعد اس کا بیٹا
یاس والی ہوا۔ اور وہ ہمیشہ اسلام کو ظاہر کرتا رہا اور اپنے
باپ کے وصیت کردہ مذہب کو چھپاتا رہا۔

گویا صالح بن طریف نے اس دعویٰ کو عام پبلک میں بیان نہیں کیا بلکہ ہمیشہ اخفاء
سے کام لیتا رہا اور اسی اخفاء کی حالت میں مر گیا اور پھر اس کے بیٹے نے بھی اس کا اظہار

نہیں کیا بلکہ وہ منہ بول کا ہی اظہار کرتے رہے اور یہ ایسے مدعیوں کی عام حالت ہے جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے لکھا ہے :-

”و كذا لك المنتظر محمد بن الحسن فان عدداً كثيراً من الناس يدعي كل واحد منهم انه محمد بن الحسن منهم من يظهر ذلك لطائفة من الناس ومنهم من يكتف ذالك ولا يظهره الا للواحد والاثنين“ (مہاج السنۃ جلد ۲ ص ۱۳۲)

کہ چونکہ محمد بن الحسن کے ہمدی ہونے کا خیال عوام میں پایا جاتا ہے اس لیے بہت سے لوگ اس امر کے مدعی ہوئے ہیں جن میں سے بعض نے اس دعوے کو ایک جماعت کے سامنے پیش کیا اور بعض نے اس دعوے کو بالکل چھپایا اور سوائے ایک دو آدمیوں کے کسی کے سامنے اس کا ذکر نہ کیا۔

پس صالح بن طریف کو بطور نظیر پیش کرنا غلطی ہے اور منشی صاحب نے یہ لکھا کہ مدعی مذکور ۷۶ سال تک نہایت استقلال اور کامیابی سے اپنے مذہب کی اشاعت کرتا رہا۔ ایک مرتب غلط بیانی کا ارتکاب کیا ہے۔ کیا وہ اس کا کوئی ثبوت دے سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں! ہا تو ابرہان کو ان کنتم صادقین۔

عبداللہ مہدی مصنف مذکور لکھتا ہے :-

”۱۹۶۶ء میں ہمدویت کا مدعی ہوا۔ اگلے سال افریقہ میں جا کر وہاں کا فرمانروا ہو گیا اور ہمدویت کا زور شور سے اعلان کیا۔ ۶۲ سال کی عمر پائی۔“ (ص ۲۳)

جیسا کہ ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں جب تک کوئی مدعی وحی والہام نہ ہو وہ ولو تقول علینا بعض الاقوال کے ماتحت نہیں آسکتا۔ صرف ہمدویت یا خلافت کے مدعی ہو جانے سے نہیں کیا تعلق۔ ہاں اگر کوئی ایسا مدعی ہے جس نے خدا سے الہام پانے کی بنا پر حکم کھلا دعویٰ کیا تو البتہ کچھ بات ہے مگر ایسا ہونا محال ہے۔

عبداللہ مہدی مذکور کے متعلق لکھا ہے :-

”وانما تسمى المهدى عبید اللہ استناداً هذا عند من

یصحح نسبه“ (وفیات الامیاء جلد ۱ ص ۲۴۲)

کہ ان لوگوں کے خیال میں بھی جو اُس کے نسب کو درست جانتے ہیں عبید اللہ
نے اپنا نام ہمدی چھپ کر رکھا تھا۔

پھر علامہ ابن خلکان اسی جگہ ایک اور روایت لائے ہیں جس میں مذکور ہے کہ عبید اللہ
ہمدی کو دوسرے یا تیسرے سال میں سلجماس کے حاکم ایسح نے قید خانہ میں قتل کر دیا تھا اور
پھر چھوٹا موٹ ایک شیعہ نے دوسرے آدمی کو عبید اللہ قرار دے دیا۔

اور پھر عبید اللہ التوادینخ کے حوالے سے ”وجیب فارسی“ نے اپنی کتاب ”الدرعۃ“
میں لکھا ہے کہ عبید اللہ ہمدی کے دعوے میں عجیب اغتلاط تھا۔ چنانچہ اُس کے
واعظوں کا یہ طریق تھا کہ :-

”يقولون للبعض هو المهدى بن الرسول وجة الله ويقولون
للاخرين هو الله الخالق الرزاق“ (الدعاة مشا)
بعض لوگوں کو بتاتے کہ وہ ہمدی اور حجۃ اللہ ہے اور دوسروں سے
کہتے کہ وہ تو اللہ خالق رازق ہے۔

ان حالات میں نہ معلوم عبید اللہ کے ذکر سے منشی صاحب کی کیا غرض ہے؟ کیا انھوں
قرآنہ کو (نعوذ باللہ) غلط قرار دینے کے لئے ان کے نزدیک ایسی کمزور ثبوت اور
اور مشتبہ روایات ہی سند لی جاتی ہے فماذا بعد الحق الا الضلال۔

مغیرہ بن سعید علی | اس مدعی کے متعلق منشی صاحب نے لکھا ہے :-

”اس کو اسم اعظم جاننے کا دعویٰ تھا اور مردوں کو زندہ کرنے کا بھی مدعی
تھا۔ کسی قسم کے شہدات و ظلمات دکھا کر لوگوں کو مستعد بنا لیا تھا الخ“

اس کے سلسلے ذکر میں خود معترض پٹیا لوی نے بھی دعویٰ نہیں کیا کہ اس نے خدا تعالیٰ
سے وحی پانے کا دعویٰ کیا تھا۔ تا اس کے وجود سے لو تقول علیہنا یہ کوئی زور نہ رکھے
لہذا اس جگہ اُس کے متعلق صرف اتنا لکھنا ہی کافی ہے کہ ہمارے بھنٹا مدعی وحی نبوت
کے بارہ میں ہے اور یہ شخص مدعی وحی نہ تھا۔ زیادہ سے زیادہ ایک شیعہ باز تھا۔

بنان بن سمعان | اس کے متعلق منشی صاحب لکھتے ہیں :-

”مہناج السنۃ میں لکھا ہے کہ یہ نبوت کا مدعی تھا اور کہتا تھا کہ مجھے اہم اعظم

معلوم ہے“ (ملا ۱۷۷)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اس کے متعلق لکھا ہے :-

”بنان بن سمان التیمی الذی تنسب الیہ البیانۃ من عالیۃ

الشیعۃ انه کان یقول ان اللہ علی صورۃ الانسان وانہ

یہلک کلہ الا وجہہ وادعی بنان انه یدعو الزہرۃ فتجیبہ

وانہ یفعل ذالک بالاسم الاعظم فقتلہ خالد بن عبداللہ القسری“

کہ اس کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کی شکل پر ہے اور سوائے چہرے کے

وہ سارا ہلاک ہو جائے گا۔ اور اس کا دعویٰ تھا کہ وہ زہرہ کو بلا تا ہے تو وہ

جواب دیتی ہے۔ اس کو خالد بن عبداللہ نے قتل کر دیا تھا۔

گویا اس کی طرف نہ دعویٰ وحی منسوب ہے نہ دعویٰ اہام اور نہ دعویٰ نبوت۔ ہاں

وہی ”مریدوں سے پرانند“ والی بات ہے۔ جبکہ لکھا ہے :-

”حکی عنہم ان کثیراً منہم یشبت نبوۃ بنان بن سمان“

دہناج السنۃ جلد ۱۲

کہ ان کے مریدوں کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ ان میں سے کثیر حصہ بنان مذکور کی

نبوت کا اقرار کرتا ہے۔ گویا اول تو اس مدعی کا اپنا دعویٰ نہیں دوسرے وہ تو فوراً قتل

کر دیا گیا۔ لہذا اس کا ذکر بھی اس جگہ ناموزوں ہے۔

مفتوح

اس مدعی کے متعلق تو منشی صاحب کو خود اعتراف ہے کہ :-

”اس نے چند مافوق العادت کوششیں دکھا کر لوگوں کو اپنی طرف مائل و متوجہ

کیا اور پھر الوہیت کا مدعی ہوا۔ جب لوگ اس سے مانوس ہو گئے تو کل

فرائض ترک کر دینے کا حکم دیدیا“ (ملا ۱۷۷)

لیکن نہ معلوم کہ پھر اس ”مدعی الوہیت“ کو ”مدعیان نبوت“ کی فہرست میں کیوں پیش

کیا ہے۔ تاریخ کامل بن الاثیر میں صاف لکھا ہے :-

”وادعی الالوہیۃ ولم یظہر ذالک الی جمیع اصحابہ“

کہ اس نے الوہیت کا دعویٰ کیا اور وہ بھی اپنے تمام ساتھیوں پر ظاہر نہ کیا۔
 اس کا یہ دعویٰ ۵۹ھ ہجری میں ہوا۔ (کامل جلد ۶ صفحہ ۱۱۱) اور ۱۶۲ھ میں زہر کھا کر خودکشی
 کر لی۔ اور اس کا سر کاٹا گیا۔ (تاریخ کامل جلد ۶ صفحہ ۱۹) گو ماٹل بہ سال ہجرت پائی۔
 اس قلیل عرصہ پر اور اس نام راوی کی موت پر بھی اگر کوئی شخص اس کو حضرت مسیح موعود
 علیہ السلام کے مقابلہ میں پیش کرتا ہے تو اس کی عقل و دانش پر ماتم کرنا چاہیے۔
 مصنف عشرہ کاملہ اس مدعی کے متعلق بحوالہ

ابوالخطاب اسدی

مطل و نخل لکھا ہے :-

”اس نے اپنے آپ کو حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے منتسبین
 میں شہور کر کے لوگوں کا اعتقاد امام کے ساتھ خوب مستحکم کیا اور انکے دلوں میں
 یہ بات سمجھائی کہ امام الزمان پہلے انبیاء ہوتے ہیں پھر الہ ہوجاتے ہیں“ (صفحہ ۲)
 اگر یہ بیان درست بھی تسلیم کر لیا جائے تب بھی اس کا اصل بھرت سے کوئی علاقہ نہیں
 یہ تو ایک غالی اور مدعی الوہیت کا ذکر ہے ویسے شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اس کے
 ساتھیوں کے متعلق لکھا ہے :-

”وعبدوا ابوالخطاب وزعموا انه الہ وخرج ابوالخطاب علی
 ابی جعفر المنصور فقتلہ عیسیٰ بن موسیٰ فی سبخة الکوفة“
 (منہاج السنۃ جلد ۱ صفحہ ۲۳۹)

کہ وہ لوگ ابوالخطاب کی پرستش کرتے ہیں اور اس کو خدا قرار دیتے ہیں۔
 ابوالخطاب نے ابو جعفر منصور کے خلاف جڑھائی کی اور اسی کو فوراً ہی
 عیسیٰ بن موسیٰ نے قتل کر دیا۔
 پھر کتاب لفصل فی الملل والنحل میں بھی لکھا ہے :-

”وقالت طائفة منهم بالہیة ابی الخطاب محمد بن ابی زینب
 مولیٰ بنی اسد (جلد ۲ صفحہ ۱۱۱)“

کہ شیعوں کے ایک گروہ نے ابوالخطاب کو اشرق قرار دیا ہے۔
 پس لو تقول علیہنا کی بحث میں ابوالخطاب کو پیش کرنا بہت
 بڑی غلطی ہے۔

احمد کیال | اس کے متعلق منشی محمد یعقوب صاحب نے لکھا ہے :-

” پہلے یہ محبتِ اہلبیت کا مدعی تھا۔ بعد ازاں امام الزمان ہونے کا

دعویدار ہوا۔ اس سے ترقی کی تو کہا میں القائم ہوں“ (ص ۲۵)

اس بیان کو صحیح تسلیم کرتے ہوئے ہم یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ اس سے کیا ثابت ہوا۔ کیا ۱۳ سالہ معیار باطل ہو گیا؟ ہرگز نہیں۔ کیونکہ مدعی مذکور کا تو دعویٰ وحی و نبوت موجود نہیں۔ باقی رہا کامیابی کا سوال اس کے متعلق ”الملل و النحل“ میں لکھا ہے:-

”لما وقفوا علیٰ بدعتہ تابرؤا منه ولعنودوا امرؤا شیعتہم

بمناذرتہ و ترک مخالطتہ“ (جلد ۲ ص ۱۷۱ برماشیہ الفصل فی الملل)

کہ جب اس کی جماعت نے اس کی بدعت کو دیکھا تو وہ سب اس سے بیزار

ہو گئے۔ اس پر لعنت کی اور دوسروں کو اس سے اجتناب کرنے کا حکم دیدیا۔

ان حالات میں نہ معلوم کہ منشی صاحب موصوف نے اس قدر زحمت کیوں اٹھائی کہ اتنے

نام پیش کریں حالانکہ اصل مبحث سے اس کا بھی تعلق نہیں۔

ایک اہم سوال کا جواب ناظرین کرام! ہم سطور فوق میں بتا چکے ہیں کہ جن

دش کا ذیلوں کو بطور نظیر پیش کیا گیا ہے اور جسکے

متعلق منشی صاحب کو بہت دعویٰ تھا ان میں سے ایک بھی ایسا وجود نہیں جو ولو تقول

کی باطل شکن تھدی کے سامنے ٹھہر سکے۔ حسن بن صباح اور اکبر بادشاہ وغیرہ کو خود منشی صاحب

نے تفصیلی بیان میں چھوڑ دیا ہے کیونکہ ان کا دعویٰ وحی و نبوت ہرگز ثابت نہیں۔ جن کو پیش

کیا ہے ان میں سے ابو منصور، مقنع اور ابوالخطاب کا دعویٰ الوہیت ثابت ہے اور

باقیوں میں سے کسی ایک کا بھی اپنا دعویٰ ماموریت یا نبوت و رسالت موجود نہیں

جسے اُس نے کھلم کھلا اور بر ملا پیش کیا ہو۔

اس جگہ ایک سوال پیدا ہوتا ہے جس کے حل کرنے کی اسلئے بھی ضرورت ہے کہ بعض

نادان اس مطالبہ نظیر پر فرعون کا نام پیش کر دیا کرتے ہیں جیسا کہ ”کرمک آسمانی“ وغیرہ

کتب میں کیا گیا ہے اور وہ سوال یہ ہے کہ اگر یہ درست ہے کہ مفسر علی الشراذہ متقول

گوئیس برس ہمت نہیں مل سکتی تو مدعیان الوہیت فرعون مصر اور بہاء اللہ ایرانی

(جس کا قول ہے لا الہ الا انا المسجون الغرید کہ بجز مجھ اکیلے قیدی کے اور کوئی

خدا نہیں۔ مبین مشہد (۲۸۵) وغیرہ کو کیوں لمبی ہمت ملی ہے؟
 اس کا مختصر جواب تو یہی ہے کہ چونکہ خدا تعالیٰ کا قانون ہر دو قسم کے کاذبوں
 کے لئے الگ الگ ہے لہذا قابل اعتراض بات نہیں۔ دعویٰ ماموریت و نبوت میں
 افتراء کرنے والے کے لئے ولو تقول کی وعید مقرر فرمائی اور دعویٰ الوہیت کے متعلق فرمایا۔
 دَمَنْ يَقُولُ مِنْهُمْ اِنِّي اِلٰهُ مِمَّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ
 كَذٰلِكَ نَجْزِي الظٰلِمِيْنَ (انبیاء ع)

کہ جو شخص خدائی کا دعویٰ کرے اور ایسے ظالموں کی یہی سزا ہے۔
 گویا خدا تعالیٰ نے ہر دو دعویوں کے مدعیوں کی سزائیں فرق رکھا ہے۔ پس ایک کو
 دوسرے پر قیاس کرنا غلطی ہے اور ولو تقول کے مطالبہ پر نسخہ عون یا بہاء اللہ کا
 کا ذکر کرنا امر نادانی ہے۔

اس فرق کی بنا و ظاہر ہے کہ الوہیت اور خدائی کا ادعاء بہم جو اسے بشریہ اہل عقل
 کے لئے موجب فتنہ و گمراہی نہیں ہو سکتا (اِلَّا مَن سَفِهَ نَفْسَهٗ) لہذا اس کی سزا
 جہنم قرار دی۔ لیکن انبیاء ابتداء سے ہی انسانوں میں سے مبعوث ہوتے رہے۔ لہذا اگر
 کوئی ماہر الامتیاز قائم نہ کیا جاتا تو دنیا کے لیے ضلالت سے بچنے کا کوئی ذریعہ نہ ہوتا۔
 اسی لئے اللہ تعالیٰ نے مدعی نبوت کاذب کے لئے اسی دنیا میں قطع وقاین اور ناکامی
 کی سزا مقرر فرمائی۔

علامہ ابو محمد ظاہری نے اپنی مشہور کتاب "الفصل فی الملل والاهواء والنحل"
 میں اس فرق کو تسلیم فرماتے ہوئے لکھا ہے:-

"وقال بعض اصحاب الكلام ان الدجال انما يدعى الربوبية
 ومدعى الربوبية في نفس قوله بيان كذبه قالوا فظهور الآية
 عليه ليس موجبا لضللال من له عقل واما مدعى النبوة
 فلا سبيل الى ظهور الآيات عليه لانه كان يكون ضلالاً
 لكل ذي عقل" (جلد اول)

ترجمہ۔ بعض اصحاب کلام نے کہا ہے کہ دجال ربوبیت کا مدعی ہوگا۔
 اور مدعی ربوبیت کا نفس دعویٰ ہی اس کے کذب کی دلیل ہے جو اس سے کسی

خرق عادت کا ظہور کسی عقلمند کو گمراہ نہیں کر سکتا۔ لیکن کاذب مدعی نبوت پر ظہور آیات نہیں ہو سکتا۔ ورنہ وہ ہر صاحب عقل کو گمراہ کرنے کا موجب ہو گا۔
 پس دعویٰ نبوت اور دعویٰ الوہیت کی سزائیں فرق ہونا چاہیے تھا اور ہے۔ لہذا
 فرعون یا کسی اور، جو قسم مدعی ربوبیت کا تذکرہ بے محل ہے اور ان کی ہمت کو ولسو
 تقوٰل علیہنا کے بالمقابل پیش کرنا غلطی۔

مندرجہ بالا بیانات سے صاف ثابت ہو گیا

۲۳ سالہ معیار صداقت

کہ آیت ولو تقوٰل علیہنا کا مطلب تفاسیر

لغت، عقائد، طہارت اور واقعات کی تائید

سے یہی ہے کہ مفسر کو تیس سال کی ہمت نہیں

اور
 بعض نبیوں کا زمانہ

مل سکتی اور آج تک کسی کاذب مدعی ابہام کو نہیں ملی۔ اور نہ تا قیامت مل سکے گی۔ آسمان

وزمین کا مثل جانا ممکن مگر خدا کا یہ نوشتہ نہیں مل سکتا۔ اور نہ یہ قانون باطل

ہو سکتا ہے۔

معرض نیپالوی نے اس معیار کی تردید میں دوسرا اعتراض بائیں الفاظ ذکر کیا ہے کہ۔

”ایسے ہی کئی صادق نبیوں کا زمانہ نبوت ۲۳ سال سے بہت کم ہے مثلاً

حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیہ السلام (عشرہ منہ حاشیہ)

ایک دعویٰ اور مطلوب کو ثابت کرنے کے لئے متعدد دلائل ہونا

کہتے ہیں۔ حضرت زکریا و یحییٰ علیہما السلام کی صداقت پر کئی دلائل پیش

کئے گئے ہیں۔ اگر ۲۳ سالہ معیار پر وہ پوسے نہ آتیں تو اس میں کیا مہرچ ہے۔ باقی دلائل

اثبات دعویٰ کے لئے کافی ہیں۔ یاد رہے کہ صداقت کے کل دلائل بحیثیت مجموعی صرف

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک ذات میں جمع ہیں۔ باقی انبیاء اس خصوص میں آپ کے

شریک نہیں۔ اسی لئے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ نے لکھا ہے :-

”ما من دلیل یدل علی نبوة غیر محمد صلی اللہ علیہ وسلم

وخلافة غیرہما (الشیخین) الا والدلیل علی نبوة محمد صلی اللہ علیہ وسلم

و خلافتہما اقوی مندہ“ (منہاج السنۃ جلد ۱ ص ۲۷)

بلکہ سچ تو یہ ہے کہ بعد ظہور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم گذشتہ انبیاء کی صداقت کا انحصار محض آنحضرت کی تصدیق پر ہے۔ عروذ زمانہ سے ان کے متبعین کی حالت بچھا گئی اور انہوں نے اپنے پیشواؤں کو بھی ہنایت مکروہ صورت میں پیش کر رکھا ہے۔ یہ محض اس النبی الارحیٰ کا احسان ہے کہ اُس نے کہ وڑوں انسانوں سے ان نبیوں کی نبوت کو تسلیم کر دیا ورنہ بالذات ان کی نبوت کے لئے ان کے پیروؤں کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔ چہ جائیکہ سب دلائل مجتمع ہوں۔ امام ابن تیمیہؒ نے کیا خوب فرمایا ہے :-

”ان النصرانی اذا اراد اثبات نبوة المسيح دون محمد لم تساعد الا دلة“

کہ اگر عیسائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلکے بغیر مسیح کی نبوت ثابت کرنا چاہے تو وہ کوئی دلیل پیش نہیں کر سکتا۔ (منہاج السنۃ جلد ۱ ص ۱۶۲)

خلاصہ جواب یہ ہے کہ ضروری نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ ہر نبی کی صداقت پر معیار سے ثابت کی جاوے۔ لہذا حضرت یحییٰ اور حضرت زکریا کی راستبازی کے لئے ۲۳ سالہ معیار کا اُن پر پورا آنا ضروری نہیں۔

الجواب معترض نے اس جگہ ہمارے استدلال کو نظر انداز کر دیا ہے۔ ہمارا استدلال یوں ہے کہ آیت قرآنی کی رو سے ثابت ہے کہ جس مدعی الہام کو تیس برس ہجرت مل جاوے وہ جھوٹا نہیں ہو سکتا بلکہ قطعی طور پر سچا ہوگا (صغریٰ) اور حضرت مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بعد دعویٰ وحی والہام تیس سال ہجرت ضرور پائی ہے (کبریٰ) پس حضرت مرزا صاحب کاذب نہیں بلکہ یقینی طور پر صادق ہیں (نیچر) ظاہر ہے کہ جو شخص اس استدلال کو سمجھتا ہے وہ یہ اعتراض نہیں کر سکتا کہ حضرت یحییٰ کو ۲۳ سال ہجرت نہیں ملی۔ نہ ملے ہمارا یہ تو دعویٰ نہیں کہ ہر نبی کو ۲۳ سال ہجرت ملے بلکہ ہمارا تو یہ دعویٰ ہے کہ جس کو اس قدر ہجرت ملے وہ ضرور سچا ہے جھوٹے کو اتنی ہجرت نہیں مل سکتی۔ گویا اس جگہ نسبت عموم خصوص مطلق ہے۔ یعنی جو مدعی الہام تیس سال ہجرت پاتا ہے وہ تو یقیناً سچا ہے۔ لیکن ہر سچے نبی کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ تیس سال ہجرت ضرور پائے۔ مثلاً امتحان کا پیر ہے ستر نمبر مقرر ہیں جو طالب علم نوے نمبر حاصل کرے گا وہ فیل نہیں ہو سکتا یقیناً پاس ہوگا۔ لیکن ہر پاس ہونے والے معلم کے لئے ضروری نہ ہوگا کہ نوے نمبر ہی حاصل کرے بلکہ ۸۰۔۷۰۔۶۰ نمبر

والے بھی یاس ہونگے۔ بعینہ اسی طرح ۲۲ سال ہملت عدم کذب کے اظہار کے لیے انتہائی پیمانہ اور بلند ترین معیار ہے۔ پس حضرت یحییٰ یا کسی اودنی کا کم عمر پانا در آنخالیکہ ان کی سچائی پر اور دلائل قائم ہیں ان کی نبوت میں مارج نہیں اور نہ اس سے ۲۲ سالہ معیار پرزد پڑ سکتی ہے۔ ہاں اس بیان سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ اس آیت کا مکی ہونا ماسے استدلال کی تردید نہیں بلکہ گونہ تائید ہے۔ کیونکہ ہم ۲۲ سال ہملت کو انتہائی عرصہ مانتے ہیں جس کے بعد کسی مدعی الہام کا انکار درحقیقت ذات باری کا انکار ہے جیسا کہ ابن القیم نے نصرانی سے کہا تھا۔

”لا یتیم لکم ذالک الا بحدودہ وانکار وجودہ تعالیٰ“ (زاد المعاد جلد ۱ ص ۵)

کہ اس دلیل کو تم اس صورت رد کر سکتے ہو جبکہ اللہ تعالیٰ کے ہی وجود کا انکار کر دو۔

ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اس جگہ صورت حال کو ذہن نشین کرنے کے لئے مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کی عبارت بھی پیش کر دیں۔ آپ فقرہ ”کاذب مدعی نبوت کی ترقی نہیں ہوا کرتی بلکہ وہ جان سے مارا جاتا ہے“ پر حاشیہ میں لکھتے ہیں:-

”اس سے یہ نہ کوئی سمجھے کہ جو نبی قتل ہو، اوہ جھوٹا ہے بلکہ ان میں عموم مطلق ہے

یعنی یہ ایسا مطلب ہے جیسا کوئی کہے کہ جو شخص زہر کھاتا ہے مر جاتا ہے اسکے یہ

معنی ہرگز نہیں کہ ہر مرنے والے نے زہر بھی کھائی ہے بلکہ یہ مطلب ہے کہ جو کوئی

زہر کھائیگا وہ ضرور مرے گا۔ اور اگر اس کے سوا بھی کوئی مرے تو ہو سکتا ہے۔ گو

اس نے زہر نہ کھائی ہو۔ یہی تمثیل ہے۔ دعویٰ نبوت کا ذہر مثل زہر کے ہے۔ جو

کوئی زہر کھائیگا ہلاک ہوگا۔ اگر اس کے سوا بھی کوئی ہلاک ہو تو ممکن ہے۔ ہاں

یہ نہ ہوگا کہ زہر کھانے والا بچ رہے۔“ (مقدمہ تفسیر ثنائی ص ۱۷ حاشیہ)

پس اگر بعض صادق نبیوں کا زمانہ ۲۲ سال سے کم ہے تو ہوا کرے۔ جب وہ صادق ہیں

تو ان کی صداقت مسلم ہے لیکن ان کے زمانہ کی کمی ۲۲ سالہ معیار کو باطل نہیں کر رہی۔ دھوا المساد۔

حضرت یحییٰ موعود کا دعویٰ اور ۲۲ سال ہملت

پیشا لوی معترض نے اس ضمن میں آخری عذر دیا تھا کہ:

”اگر مرزا صاحب کا استدلال مان بھی لیا جائے تو انہوں نے ۱۹۰۵ء سے پہلے

دعویٰ نبوت کو کفر قرار دیا ہوا تھا۔ سنہ مذکور میں دعویٰ کیا اور سات برس بعد

سنہ ۱۹۰۵ء میں مر گئے۔ ۲۳ سال نہ کہاں رہے۔“ (عشرہ ص ۱۷)

ہم اسے مخاطب کی یہ آخری امید تھی لیکن اس کی حقیقت بھی تاہم عنکبوت سے زیادہ نہیں۔
اگرچہ آیت ولو تقول علینا کے الفاظ میں مخصوص طور پر نبوت کا دعویٰ مذکور نہیں بلکہ مطلق
دعویٰ وحی و الہام مراد ہے لیکن بغرض اختصار ہم یہی تسلیم کر لیتے ہیں کہ نبوت کا دعویٰ چاہیے
 اب یہ سوال باقی ہے کہ حضرت نے کب دعویٰ فرمایا؟ معترض کہتا ہے کہ سن ۱۹۰۵ء میں دعویٰ
 کیا کیونکہ اس سے قبل تو آپ دعویٰ نبوت کو کفر قرار دیا کرتے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ آپ نے
 دعویٰ نبوت کو بے شک کفر قرار دیا ہے لیکن نہ صرف سن ۱۹۰۵ء تک بلکہ سن ۱۹۰۶ء تک۔ مگر وہ
 نبوت نبوت تشریحی ہے۔ وہ نبوت جو قرآن مجید کو منسوخ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
 زمانہ کو ختم تائے بے شک کفر ہے۔ اسی نبوت کو آپ نے تمام کتب میں (سن ۱۹۰۵ء سے قبل بھی
 اور بعد بھی) کفر لکھا ہے۔ چنانچہ آپ اپنے آخری مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں :-

”میں ہمیشہ اپنی تالیفات کے ذریعہ سے لوگوں کو اطلاع دیتا رہا ہوں اور
 اب بھی ظاہر کرتا ہوں کہ یہ الزام جو میرے ذمہ لگایا جاتا ہے کہ گویا میں ایسی نبوت
 کا دعویٰ کرتا ہوں جس سے مجھے اسلام سے کچھ تعلق باقی نہیں رہتا اور جس کے یہ
 معنی ہیں کہ میں مستقل طور پر اپنے میں ایسا نبی سمجھتا ہوں کہ قرآن شریف کی پیروی کی کچھ
 حاجت نہیں رکھتا اور اپنا علیحدہ کلمہ اور علیحدہ قبلہ بناتا ہوں اور شریعت اسلام کو
 منسوخ کی طرح قرار دیتا ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقتدار اور متابعت
 سے باہر جاتا ہوں یہ الزام صحیح نہیں ہے بلکہ ایسا دعویٰ نبوت کا میرے نزدیک
 کفر ہے۔ اور نہ آج سے بلکہ اپنی ہر ایک کتاب میں ہمیشہ میں یہی لکھتا آیا
 ہوں کہ اس قسم کی نبوت کا مجھے کوئی دعویٰ نہیں اور یہ میرا میرے پرہیزگاری ہے“

(انجاء عام لاہور مؤرخہ ۲۶ مئی سن ۱۹۰۶ء)

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا صاحب شریعت نبی ہونے سے انکار اور اس کو کفر قرار دینا
 ابتداء سے انتہا تک ثابت ہے۔ ہاں غیر تشریحی نبوت کا آپ کو دعویٰ تھا اور اس دعوے کے حضور
 نے کبھی انکار نہیں فرمایا۔ نہ سن ۱۹۰۵ء سے پہلے نہ سن ۱۹۰۶ء کے بعد۔ چنانچہ آپ نے لکھا ہے :-

”جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے صرف ان معنوں سے کیا ہے

کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں
 مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور

اپنے لئے اس کا نام پا کر اُس کے واسطے سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے
رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی حدید شریعت کے۔ اس طور کا نبی کہلانے سے
میں نے کبھی انکار نہیں کیا۔ بلکہ اپنی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور
رسول کر کے پکارا ہے۔“ (ایک غلطی کا ازالہ)

”کفر قرار دینے کے حصّہ کا جواب دیکر ہم اصل مبحث کی طرف رجوع کرتے ہیں منشی محمد یعقوب
صاحب اہیت ولو تقول علینا کی تشریح برائے سے خوف زدہ ہو کر حضرت اقدس کا دعویٰ نبوت
۱۹۰۱ء میں بتلاتے ہیں۔ حالانکہ غیر احمدی علماء قریباً تین سو علماء ۱۹۰۱ء سے بہت قبل حضرت
مسیح موعود علیہ السلام پر اسی بنا پر فتویٰ کفر لگا چکے تھے کہ آپ نے دعویٰ نبوت کیا ہے۔
اگر منشی صاحب کا بیان راست ہے تو ان کے علماء کی دروغ گوئی ثابت ہے۔ لیکن اگر
منشی صاحب کے نزدیک علماء کا بیان درست تھا تو ان کی اپنی غلط بیانی ظاہر ہے۔ یہ رسالت
فی لفظین احمدیت کا بطلان واضح ہے۔ ان لوگوں کے اپنے بیانات میں اس قدر مخالفت اور
تہافت کیوں ہے؟ صرف عداوت اور تعصب کی وجہ سے۔

مؤلف عشرہ نے حضرت مسیح موعودؑ کی ۲۳ سالہ اہلیت کے انکار سے فتویٰ کفر کے
دستخط کنندہ تمام مولویوں کو بھونٹا اور دروغ گو قرار دیدیا ہے مگر وہ مجبور ہے کیونکہ بصورت
دیگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا اقرار کرنا پڑتا ہے۔

ناظرین کرام! آپ جانتے ہیں کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہٹا کرتے۔ نیز آپ نے
سننا ہو گا کہ ”دروغ گورما حفظہ نباشد“ ممکن ہے آپ کو آج تک اس کی تصدیق کا
یوفہ نہ ملا ہو لیجئے منشی محمد یعقوب صاحب کے ظلم سے اس کا ملاحظہ کر لیجئے۔ آپ نے ابھی پڑھا
ہے کہ منشی صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کے دعویٰ کا سن ۱۹۰۱ء تا ۲۳ سال کے زمانہ
سے انکار کیا ہے اب اس کے ساتھ یہ الفاظ بھی پڑھیے۔ خود لکھتے ہیں:-

”مرزا صاحب کا نشانات دکھانے کا زمانہ کب سے شروع ہوا؟ مرزا صاحب
چودھویں صدی ہجری کے سرے پر۔ عمر ۴۰ سال اپنا مبعوث ہونا تسلیم کرتے
ہیں لہذا ان کی بعثت کا زمانہ ۸۸۲ھ ہوتا ہے اس لیے یہ دس لاکھ
نشانات جو سن ۱۹۰۱ء تک ظاہر ہوئے مرزا صاحب کی ۲۰ سالہ زمانہ
رسالت کی کمائی ہے۔“ (تحقیق لاثانی یا عشرہ کاملہ حصہ دوم ص ۱۲۳)

گو یا سنہ ۱۹۰۳ء تک حضرت مسیح موعودؑ کا ۲۰ سالہ "زمانہ رسالت" گزر چکا تھا۔
 سنہ ۱۹۰۵ء میں حضورؑ کا وصال ہوا۔ معترض پٹیالوی کے اس حساب بھی آپ کا زمانہ رسالت
 ۲۵ سال بنتا ہے منشی صاحب نے مطالبہ کیا تھا کہ "۲۳ سال ہی کہاں ہے؟ اب دیکھئے
 اسی کے قول سے ۲۵ سال زمانہ رسالت ثابت ہو گیا۔"

کیا اس سات سال اور پچیس سال کے کھلے اختلاف میں تطبیق ہو سکتی ہے؟ ہرگز
 نہیں۔ یہ تو "در و غکور احافظہ نابتہ" کا پورا نظارہ ہے منشی صاحب! اختلاف بیانی
 اس کو کہتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے خوب فرمایا ہے "إِنِّي مَهِينٌ مِّنْ أَرَادِهَا نَتَكُتُ"۔

حضرات! ولو تقول علیہنا کے فیصلہ کن معیار پر معترض نے
خلاصہ بیان میں اعتراض کئے تھے ہم نے تفصیل وار ان سب کا جواب دے دیا
 ہے۔ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ کسی مفری علی اللہ کو تیس برس ہجرت نہیں ملی اور نہ مل سکتی ہے۔
 پھر ہم نے واضح کر دیا ہے کہ بعض نبیوں کا کم عرصہ ہجرت پانا اس معیار میں قاذح نہیں۔
 پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ نبوت اور تیس سالہ ہجرت کا ثبوت بھی دیدیا گیا
 ہے بلکہ خود مکذب کے الفاظ میں اس کا اعتراف دکھا دیا گیا ہے۔

آپ خدا را غور فرمادیں کہ کیا اب بھی تین دن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مخالفت
 حق بجانب ہیں۔ خدا کا قانون مفری کی جلد ہلاکت کا اعلان کرتا ہے، اُمتِ مسلمہ اس
 قانون کو عقائد میں داخل کرتی ہے، واقعات اس کی تصدیق کرتے ہیں لیکن جب اس
 قانون سے حضرت مرزا صاحب کی صداقت ثابت ہو جاتی ہے تو تاریخی کے فرزند
 انکار کر دیتے ہیں اور اس دن سے غافل ہو جاتے ہیں کہ جب و انت پسینا اور ونا
 ہوگا۔ کیا یہ عجیب بات نہیں کہ دنیا اس مقدس کو دجال اور کذاب قرار دیتی ہے لیکن
 خدا اپنے وعدہ کے مطابق جو وہ تورات اور قرآن مجید میں کہ چکا تھا اس کو ہلاک اور
 برباد نہیں کرتا بلکہ اسے بڑھاتا ہے اور خوب مہربن کرتا ہے۔ پھر فریاد کہ وہ دنیا کے
 فتووں اور اس کی ایذا رسانی کو دیکھ کر بارگاہِ الہی میں خود عاجزانہ عرض کرتا ہے کہ

اے خدیر و خالقِ ارض و سما اے رحیم و مہربان و رہنما
 ایک میداری تو بردہا نظر ایک از تو نیست چیزے مستیز
 گر توے بینی مرا بر فسق و شر گر تو دیدستی کہ ہستم بد گہر

پارہ پارہ کُن من بدکار را
 بردلِ شاں ابرِ رحمت ہا ببار
 آتش افشاں برود و دیوارِ من
 و دراز بند گانت یا نستی
 وردلِ من آن محبت دیدہ
 بامن از دوسے محبت کار کن
 شاد گن این زمرہ اغیار را
 ہر مراد شاں بفضلِ خود برار
 دشمنم باش و تبہ کن کارِ من
 قبلہ من آستانت یا نستی
 کہ جہاں آن راز را پوشیدہ
 اند کے افشائے آن اسرار کن
 (حقیقۃ المہدی ص ۱)

ترجمہ۔ اے قادر اور آسمان و زمین کے خالق۔ اے رحیم ہر بان اور ہمنائی
 کہ نیوالے خدا!۔ اے وہ ذات جو دلوں پر نظر رکھتی ہے۔ اے وہ
 ذات جس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ اگر تو دیکھتا ہے کہ میں فسق و
 شرارت سے پر ہوں۔ اگر تیری نظر میں میں ایک بد گہرا انسان ہوں تو تو
 مجھ بدکار کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے اور ان دشمنوں کے گروہ کو خوش
 کر دے۔ ان کے دلوں پر رحمت کا بادل برسا اور اپنے فضل سے ان کی سب
 مرادیں پوری کر دے اور میرے گھر بار پر آگ برسا دے۔ میرا دشمن ہو جا
 اور میرے کار و بار کو تباہ کر دے۔ لیکن اے خدا! اگر توجا تا ہے کہ میں
 تیرے تخلص بندوں میں سے ہوں اور میرا قبلہ تیرا آستانہ ہے اور تویرے
 دل میں اپنی اس محبت کو موزن یا تاپا ہے جو باقی جہان سے مخفی ہے تو پھر
 تویرے ساتھ از دوسے محبت سلوک کر اور اپنے ان رازوں کو قدیسے
 ظاہر فرما۔“

بھائیو! ان درد بھرے الفاظ کو پڑھو، اس رقت و سوز و گداز کو ملاحظہ کرو اور
 خدا تعالیٰ کی بے انتہا تائید و نصرت کو دیکھو۔ قرآن مجید فرماتا ہے وَلَا يَتَمَنَّوْنَہُ
 اَبَدًا اِمَّا قَدَّمَتْ اَیْدِیْہِمُ (الجموعہ) جھوٹے مدعی و لایت کبھی موت کی خواہش
 نہیں کر سکتے۔ کیا اس درد انگیز دعا کو پڑھ کر بھی تم یہ کہہ سکتے ہو کہ حضرت مرزا صاحب
 صادق اور استباز نہ تھے؟ انصاف! خشیت!! اور تقویٰ!!!
 حضرت مرزا صاحب اکیلے اٹھے۔ مخالفت کی آندھیوں اور دشمنی کے طوفان

آئے۔ آپ کو گالیاں دی گئیں، پتھر مارنے گئے، ہر رنگ میں لوگوں کو روکا گیا، مگر بخدا آپ کی آواز میں مقناطیسی قوت تھی اور بے انتہا جذبہ کہ دنیا چاروں کناروں سے آپ کی حلقہ بگوشی میں داخل ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے سلسلہ کو روز افزوں ترقی نصیب کی۔ اللہ اللہ۔ وہ آواز جو کس پیرسی کی حالت میں ایک گاؤں سے نکلی تھی آج دنیا کے گوشہ گوشہ میں گونج رہی ہے چشم بصیرت کے لئے اس میں سبق ہے ۵

یہ فتوحات نمایاں یہ تو اتر سے نشاں
کیا یہ ممکن ہیں بشر سے کیا یہ مکاروں کا کار

مبارک وہ جو اس موعود کو شناخت کریں اور اس کے سببانی نفس سے
زندگی حاصل کریں۔ اسے کاش کہ مسلم قوم بیدار ہو ۶